

ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے

جلسہ گزیرہ اب انصا بھیر وادہ عالیہ محمدیہ کاترجان

رجسٹرڈ ایڈیٹر نمبر ۳۵

قیمت سالانہ
معاویہ
عام
کاتب

شمس الاسلام

جلد ۱۵ بھیرہ پنجاب، ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ مطابق نومبر ۱۹۴۴ء عیسوی نمبر ۱۱

آل انڈیا احناف کا نفرنس امرتسر

کسی گذشتہ اشاعت میں کانفرنس مذکور کے ماہ نومبر میں انعقاد کا اعلان کیا گیا تھا لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے نومبر میں یہ کانفرنس منعقد نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے سازگار حالات کا انتظار کیجئے۔
(قاسمی امرتسری عفا اللہ عنہ)

قربانی کے چٹروں کا صحیح مصرف

دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ ہر قسم کے صدقات اور قربانی کے چٹروں کا بہترین مصرف ہے۔ ایام اضحیٰ میں دارالعلوم کو خاص طور پر یاد رکھئے اور مہتمم صاحب دارالعلوم مذکور کے نام چٹرے یا ان کی قیمت ارسال کر کے ثواب دارین حاصل کریں۔ (مہتمم)

سرخ پیل کا نشان
یہاں ان حضرات کے پرچہ پشور پبلشنگ کانسٹان لگایا گیا ہے جنکے چندہ کی میعاد اس پرچہ کے ساتھ ختم ہو چکی ہے ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سہ ماہی کا چندہ بذریعہ منی آرڈر علیہ روانہ فرمائیں اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرصت میں مطلع کریں غرضیہ کی صورت میں آئندہ پرچہ بذریعہ وی پی ارسال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ (غلام حسین میجر)

حیاتِ آفریں شہادت

(اسد ملتانی)

اہلِ دلِ قربانیِ شبیرؑ کا غم کیوں کریں؟
 زندہ جاوید ہو جانے کا ماتم کیوں کریں
 دے کر اُس مردانہ قربانی کو مطلوبی کا رنگ
 ہم شہیدِ کربلا کی شان کو کم کیوں کریں
 سرکٹا یا کس سکون و صبر سے شبیرؑ نے
 روکے اس جمعیتِ خاطر کو برہم کیوں کریں
 زندگی کا جزو ہونی چاہئے یا وحشیںؑ
 ہم اُسے محدودِ ایامِ محرم کیوں کریں
 جب ظفرِ مندی شہیدوں ہی کے حصے میں ہی
 دل کو پر غم کیوں کریں آنکھوں کو پر غم کیوں کریں
 ہم مناقب ہی سنائیں گے مصائب کے بجائے
 داستانِ فتح کو افسانہِ غم کیوں کریں
 آنسوؤں سے اوس پڑ جاتی ہے دل کو جوش پر
 زخمِ درد انگیز کو مرہونِ مہم کیوں کریں
 سرفروشی اور جان بازی کا میدان چھوڑ کر
 زندگی کا درس دیتا ہے ہمیں خونِ حسینؑ
 گلینِ باغِ شہادت جن کو بننا چاہئے
 وہ جو انانِ چمنِ تقلبِ شبِ بنم کیوں کریں
 اہو اوس سے دور گیتی کا بدل ڈالیں نظام
 جذبہٴ ذوقِ عمل کو نذرِ ماتم کیوں کریں

اسوہٴ شبیرؑ اپنے سامنے ہے اے اسد
 پیشِ باطل گردنِ تسلیم کو خم کیوں کریں

شذرات

(اداسرا)

آزادی ہند کے حقیقی دشمن - گاندھی جی
ملاقات اس غرض کے لئے شروع ہوئی کہ ہندوستان کی دو قوموں ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت کی راہ نکالی جائے تو اگرچہ سر جناح کی سیاسی پالیسی کے ساتھ جمیۃ العلماء، مجلس احرار اور بعض دوسری سیاسی جماعتوں اور لیڈروں کا اتفاق نہیں تھا۔ لیکن انہوں نے صرف اس خیال سے کہ ممکن ہے مصالحت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے اور جس طرح بھی ہو آپس کی نا اتفاقی دور ہو کر ہندوؤں اور مسلمانوں کا سمجھوتہ ہو جائے بالکل خاموشی اختیار کی بہت سے ایسے مسلمان جو پاکستان کے افادہ کے منکر اور اس نظریہ کے سخت خلاف تھے صرف اس لئے دم بخود تھے کہ مسلمانوں کو انگریز کی غلامی سے نجات مطلوب ہے اور آزادی کی راہ میں یہ باہمی منافرت و نفاق ایک سب سے بڑا روڑا ہے اس لئے جس طرح بھی سچی سچی روڑا راستہ سے ہٹانا چاہئے۔ ملاقات کے درمیان میں اور اس سے قبل کسی مسلمان لیڈر نے جناح کے خلاف یا گفتگو کے خلاف آواز نہیں اٹھائی۔ لیکن دوسری طرف ہندوؤں کی حالت قابل ملاحظہ ہے۔ ہندو سبھا کے ارکان نے اعتدال پسند ہندوؤں، سپرو، شاستری، جیکر وغیرہ تک، تمام ہندو پریس نے متفق ہو کر آسمان سر پر اٹھا دیا اور ہندوستان میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ایک شور مچا کر دیا۔ کہ گاندھی جی جناح سے ملاقات ہی نہ کرے۔ مصالحت کے لئے سلسلہ جنبانی ہی غلط روی ہے پاکستان

کو مرض بحث میں لے آنا درست نہیں۔ حتیٰ کہ گاندھی جی کے سیدو اگرام پر رضا کاروں نے پکٹنگ کی۔ اس کو ہر سمت سے تار دیئے گئے اور ہر ممکن کوشش کی گئی کہ یہ ملاقات بالکل نہ ہو اگر ہو جائے تو ناکام ہی رہے۔ ملاقات کے دوران میں ہندوؤں کے اخبارات نے جو آریٹیکل لکھے۔ ہندو نامہ نگاروں نے جو قیاس آرائیاں اور من گھڑت افواہیں شائع کیں اُن سب سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ تمام ہندو یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ سمجھوتہ نہ ہو۔ اور گفتگو ناکام رہے۔

ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ اس ناکامی کی ذمہ داری گاندھی جی پر ہے یا سر جناح پر، کس نے رواداری سے کام نہیں لیا، اور کس نے ضد بازی کی، بہر حال ناکامیابی ہوئی اور اس کا ہم کو اور تمام ان لوگوں کو جن کو آزادی سے محبت ہے سخت افسوس ہے مگر ملاقات ختم ہونے کے بعد بھی مسلمان لیڈروں اور مسلمان اخبارات نے اپنی زبان و قلم کو قبضہ و اختیار میں رکھا ہے اور ہر لیڈر نے اظہار افسوس کے سوا اور کوئی ایسی بات زبان و قلم سے نکالی جو غیر ذمہ دار منافرت انگیز اور اختلاف کے خلیج کو وسیع کرنے والی ہو لیکن ہندو لیڈر اور اخبارات پھر بھی آپس سے باہر ہوئے جاتے ہیں اور جب بولتے ہیں ایسی آگ برساتے ہیں جس سے خرمن امن و اتحاد بھسم ہو جاتا ہے اور جب لکھتے ہیں ایسا لکھتے ہیں جس سے منافرت و تبغض اور بھی بڑھے۔ چنانچہ اکھنڈ ہندوستان کا نفرین کا ہنگامہ خیر اجلاس "بھی دہلی میں اس غرض کے لئے منعقد کیا گیا

ہندو تقویت دے رہے ہیں۔ اور اُس دشمن کا آلہ کار بن کر مصالحت کے ہر موقع کو اپنی ہنگامہ آرائیوں اور منافرت انگیز تقریروں اور مخالفانہ روش سے ضائع کر دیتے ہیں۔ اور اب بھی گاندھی جی کی اس ملاقات کو اگر اس دشمن نے کامیاب بنا ہونے دیا ہے تو اس سلسلہ میں اُس نے زیادہ تر کام ان ہندوؤں سے لیا ہے جو ناکامی کے بعد آئندہ کی ملاقات کے لئے بھی راستہ بند کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں اور کانگریس کے اور آتشیں تقریروں سے منافرت کا بیج بوری رہے ہیں۔ پس ہندوستان کی آزادی کے اصل دشمن اور حقیقی مجرم یہی لوگ ہیں جنہوں نے اس تیسری طاقت کو امداد دی اور دے رہے ہیں۔

افسوس اس پر ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ دیکھ کر بھی کانگریسی ہندو اور کانگریسی لیڈران دشمن وطن اشخاص کی اس روش کی مذمت علی الاعلان نہیں کرتے۔ نہ کبھی ان کو روکا۔ نہ اُن پر کانگریس کا دروازہ بند کیا۔ چاہئے کہ کانگریسی ہندو ایک واضح اور غیر مبہم بیان کے ساتھ ان اعدائے وطن کی دشمنی کا اعلان کر دیں اور ان سے اپنی بیزاری اور ان کے رویہ کی پرزور مذمت کر کے ثابت کر دیں کہ وہ واقعی آزادی کے ہر دشمن کا دشمن ہے خواہ وہ ہندو ہی کیوں نہ ہو۔

جمیٹ العلماء کے ارکان، احترام اسلام اور دوسرے قوم پرست مسلمانوں نے ہمیشہ ہر اُس بڑے سے بڑے مسلمان لیڈر کی علی الاعلان مخالفت کی ہے جن کی کسی حرکت و سکون سے فرقہ وارانہ تعلقات بگڑتے اور خراب ہوتے ہوں اور اس کی کسی روش سے اجنبی اقتدار کو فائدہ پہنچتا ہوا سکے خلاف جنگ مول لے لی اور اس بچہ کڑی نکتہ چینی کی۔ پس کیا ہندو کانگریسی کیرکڑ کی مضبوطی اصول پسندی اور حق و صداقت کا ثبوت نہیں دے سکتے اور ان رجعت پسند ہندوؤں کے ان اقوال و اعمال پر تنقید کر کے ان کی

کہ سیاسی فضا میں ہیمان و اضطراب پیدا کر کے باہمی تعلقات کو اور کھد کیا جائے۔ اس کا نفرت میں جس طرح ہندو اور سکھ رہنماؤں نے اختلاف انگیز تقریریں کیں اور جن کو ہندو پریس نے جلی عنوانت کے ساتھ موزوں مقامات پر اخبارات میں شائع کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کو یہ گوارا ہی نہیں کہ مسلمان بھی اس سرزمین ہند میں رہتے کھڑے رہ سکتے ہیں۔ ماسٹر تارا سنگھ نے کہا ”پنجاب مسلمانوں کا نہیں سکھوں کا ہے انہوں نے اسے فتح کیا تھا“ دیرساو کرنے کہا ”جو شخص ہندوستان میں رہتا ہے وہ ہندو ہے۔ ہندوستان قرآن کی نہیں گیتا کی سرزمین ہے“ ڈاکٹر مونجے نے تقریر کی تو کہا ”ہندوستان ہندوؤں کا ملک ہے۔ سکھ۔ مسلمان اور عیسائی وغیرہ تمام ہندو ہیں“ (ملاپ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

ان اشتعال انگیز تقریروں کے بعد مسلمانوں کے جذبات کا بھڑک اٹھنا اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے تہیہ کرنا ایک طبعی امر ہے۔ ان ہنگامہ آرائیوں سے تو مسلمانوں کی حق تلفی نہیں کی جاسکتی۔ اُن کی صدائے حق کو دبایا نہیں جاسکتا۔ بلکہ ایسی باتوں کو دیکھ کر بعض ایسے لوگ جو پاکستان کے حامی نہ بھی ہوں ہندوؤں کی اس تنگ نظری اور گھناؤنی ذہنیت کی وجہ سے لا محالہ پاکستان کی حمایت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور واقعہ یہی ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کا کانگریس سے بیزاری کی اصل وجہ ان ہاسبجائیوں کی یہی روش ہے۔ ورنہ ہر مسلمان کا دل آزادی کی اُمنگوں سے معمور ہے۔

گاندھی جی نے کہا کہ ایک تیسرا دشمن سمجھوتہ کی راہ میں حائل ہے۔ اگرچہ یہ بالکل سچ ہے کہ ایک تیسری طاقت دل سے چاہتی ہے کہ ہندو مسلم مصالحت نہ ہو اور ہندوستان کی غلامی کی کڑیاں اس طرح مضبوط ہی رہیں۔ لیکن واقعات شاہد ہیں کہ اس تیسرے دشمن کی اس خواہش کو یہی مہجائی

مذمت کا اعلان نہیں کر سکتے؟

اگر گاندھی اور دوسرے کانگریسی اس بات سے عاجز ہیں۔ اور مرد میدان بن کر سادہ کر اور موہنے کے مقابلہ کے لئے نہیں نکلتے۔ تو مسلمان یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ یہ ساری ہنگامہ برائی ایک خانہ ساز سازش کی بنا پر ہے جس میں جہاں سبھاویوں کے ساتھ قوم پرستی کا لیبیل

لگانے والے کانگریسی بھی شامل ہیں۔ اور ہندوؤں کی اس ذہنیت سے چھ مسلمانوں کا تاثر یقیناً بجا ہوگا۔ اور ان باہمی بدگمانیوں اور اختلافات کا نتیجہ بھی ہوگا کہ ہندوستان کی عوامی کی منحوس گھڑیاں اور بھی لمبی ہوتی جائیں گی۔ اور عروس آزادی سے ہمکنار ہونا بھی نصیب نہ ہوگا۔

”اصلاح“ کے نام سے ایک نئی تحریک

بہند اہم خدشات

ادارہ اصلاح و تبلیغ قائم کر کے ایک نیا جال پھیلا دیا ہے۔ پیش نظر ٹریڈیوں میں سے ایک ٹریڈ ”نظام نامہ“ ہے جس میں اپنے نصب العین، اصول عشرہ اور مقاصد کی وضاحت کی گئی ہے اور نیز مجلس منتظمہ، مجلس مشاورت وغیرہ دفتری نظام اور شعبہ مالیات کے متعلق قواعد وضوابط ہیں۔ اور دوسرے ٹریڈ ”تنظیم مساجد کے لئے پہلا عملی قدم“ اٹھایا گیا ہے اور اس تنظیم کا پروگرام اور نمونہ عمل پیش کیا ہے۔

فی الحال اس تحریک کے متعلق ہم کچھ مفصل تبصرہ نہیں کرنا چاہتے اور ہمارا مقصد مخالفت نہیں۔ لیکن اتنا ضرور عرض کرتے ہیں کہ ”مارگزیدہ از ریسال می ترسد“ ہر باطل پرست اور ضال و مضل نے ہمیشہ سے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ انما نحن مصالحون کا نعرہ لگا کر اسلام کے اصلی ضد و خال کو بگاڑنے کے لئے اصلاح کی کوئی تحریک اٹھا دیتا ہے اور اصلاح کے پردہ میں انفساد کی تمام کوششیں ختم کر جاتا ہے۔ عرصہ سے یہی ہو رہا ہے کہ

لاہور میں رہنے والے ایک نثر مرزا عبدالحجید نامی ہیں جو کہ حکیم اور ایم اے بھی کہلاتے ہیں اور ان کو قرآن فہمی کا دعویٰ بھی ہے سنا ہے کہ وہ کسی زمانہ میں بالکل آزاد خیال اور پھر بعد میں امت مسلمہ (چکڑا الویت) اور امت مرزا (قادیانیت) میں بھی شامل رہے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مشرقی صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور عرصہ تک اس کے دست راست رہے اور خاکساری تحریک میں کافی حصہ لے کر مشرقی دھرم کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف و منہمک رہے اور اسی سلسلہ میں انہوں نے آسٹریلین مسجد لاہور کے عہدہ خطابت پر بھی قبضہ کر لیا اور افسوس کہ آج کل کے مسلمانوں کی نظر میں خطابت کی یہی وقعت رہی کہ اس قماش کے لوگ اس پر قبضہ جمالیتے ہیں) ہمارے پاس کلکتہ سے چند ٹریڈ بھیجے گئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوا کہ اب مرزا صاحب موصوف نے (شاید خاکساریت کی شکست و تباہی اور آسٹریلین مسجد کی خطابت سے محرومی کی وجہ سے) ایک فنی تحریک کا آغاز کیا ہے اور

اصلاح و تبلیغ کے مجھ کے اور متلاشی مسلمانوں کو پھنسانا چاہتا ہو۔ اور شاید کہ وہی خاکساریت و مشرقیت ایک نئے لباس میں جلوہ گر ہو رہی ہو۔ مرزا عبد الحمید صاحب کی سابقہ مذہبی زندگی، مشرقیت کی غلامی اور دینی آزاد خیالی ہمارے ان خطرات و خدشات کی تائید و تقویت بھی کرتی ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدرتِ رامی شناسم
ابھی تک اس تحریک کے متعلق کوئی خاص لٹریچر شائع نہیں ہوا۔ اور نہ بانی تحریک نے کھول کر وضاحت کے ساتھ اپنے معتقدات و خیالات کا اعلان کیا ہے۔ اس لئے صرف کاغذی محاذ کے بغیر ہم ان چند خدشات کا ذکر کرتے ہیں۔ جو صرف ”نظام نامہ“ اور ”تنظیم مساجد“ کی بعض عبارتوں کی بنا پر پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور مرزا صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ وہ ان اہم خدشات کی طرف توجہ کریں اور ان سوالات کا جواب ذرا خوب کھول کر دیں تاکہ ان کے اس ادارہ اصلاح کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم ہو سکے۔

۱) آپ ”نصب العین“ کے عنوان کے تحت میں لکھتے ہیں :-

”اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے سادہ اعتقاد کے سوا اور کوئی صلہ کوئی نتیجہ یا ان کی خواہش مد نظر رکھنے کو شرکِ خفی سمجھتے ہیں“

فرمائیے کہ اس سادہ اعتقاد سے آپ کا مطلب کیا ہے؟ ہمارا تو خیال یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سادہ اعتقاد“ یعنی یہ کہ اپنے زعم میں اللہ تعالیٰ کو خوش کیا جائے خواہ وہ جس طریقہ سے بھی ہو اور اس کے لئے اسباب و ذرائع کی کوئی خاص تعیین نہ کی جائے۔ یہ اعتقاد تو

ان اربابِ الاصلاح ما استطعت کہہ کر تبلیغ و اصلاح کا ادارہ عالیہ قائم کیا جاتا ہے اور ”بہی مصلح اعظم“ تمام اگلی تحریکوں کو برا بھلا کہہ کر علمائے کرام کے طریقہ کار اور ”مولوی کے مذہب“ پر کڑی نکتہ چینی کر کے اور سلف صالحین اور اکابر دین پر مختلف عنوانات سے لعن طعن کے تیر برب کر اپنی ایک نئی تحریک جاری کر دیتا ہے۔ جس میں درحقیقت مسلمان قوم کی خیر خواہی اور اصلاح ہرگز نہیں ہوتی۔ صرف اصلاح کے نام سے نادان قفول کو شکار کر کے ان کے دین و ایمان کو بُری طرح سے تباہ و برباد کیا جاتا ہے۔ قادیانیت اسی حمایتِ مذہب اور تائید و تقویتِ دین کے نقطہ سے شروع ہوئی اور انجام کار دعوتِ نبوت پر جا کر ٹھہری (اور شاید مرزا صاحب کچھ دن اور رہتے تو خدایں جانے کا دعویٰ کر جاتے) خاکساریت بھی اس دعوتِ اصلاح کے ساتھ نمایاں ہوئی تھی کہ مسلمانوں کو منظم کر کے ان میں عسکری قوت پیدا کرنا اور ان کو چہرہ ”اعلون“ بنانا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس خوشگوار مقصد کی طلب میں پڑ کر کتنے نوجوان مشرقی کے کفریات کو بھی عین اسلام سمجھنے لگے اور ان کو اپنا پیرانا دین اور اسلاف کا طریقہ غلط نظر آنے لگا اور اب تو خاکساروں کا ”اصلی اسلام“ بے نقاب ہو چکا ہے۔ جس اسلام کے علمبرداروں میں ہندو سکھ اور عیسائی بھی شامل ہوں۔ اور ہندو دھرم کے غلبہ کا حلف لے کر ہندو جاں باز اس میں شامل کئے جا رہے ہوں۔ اس اسلام کو نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہوئے اسلام سے کوئی تعلق نہیں پس ان سابقہ تجربات کی بنا پر ہم دودھ کے جلے ہوئے چھاپچھ کو بھی چھونک چھونک کر بیٹیں گے۔ اور اس قسم کی نئی تحریکوں کو خوب سوچنے سمجھنے اور ہر طرح پرکھنے کے بغیر ہرگز قبول نہ کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اب یہ بھی ایک حال پھیلا جا چکا ہو جس کے ذریعہ کوئی چالاک و عیار شکاری بھولے بھالے

مرزا صاحب کا امام اعظم "شرقی صاحب بھی اپنی رسوائی عام کتاب تذکرہ میں صراط کے متعلق یوں لکھتا ہے :-
 "بعد کے جاہل کٹ ملاؤں نے ان الفاظ کی حقیقت کو توڑ مروڑ کر صراط مستقیم کو عالم آخرت کے دوزخ کا کوئی پل بنا دیا۔ (الی ان قال) آج یہ سب حکایت حقیقت سے اس قدر دور ہو گئی ہے کہ ہر سلیم اللہ شخص اس کو سن کر لیے اختیار نہیں پڑتا ہے اور مسلمانیت کو بے ہودہ افسانوں کا مجموعہ قرار دے کر اس سے یکسر متنفر ہو جاتا ہے الخ"
 (مقدمہ تذکرہ ص ۱۱۱ کا حاشیہ)

شرقی صاحب نے تذکرہ کے مقدمہ کے ص ۱۱۱ سے لے کر ص ۱۱۲ تک اسی قسم کا ایک مفصل مضمون لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے :-

"کہ چونکہ طبائع میں غیب کی باتوں سے الفت تھی، اور کہانت، وسواس، ظن اور فرضیت کے عناصر غالب اس لئے کتاب الہی کو کھولتے ہی ان کا خیال ماہیت خدا حقیقت نبوت، کیفیت وحی، ملائک و جنات، موت و مابعد الموت، بہشت، دوزخ وغیرہ کی طرف متقل ہو گیا اور یہ سب ظن و تخمین ہے اور جاہلیہ عقائد کو اسلامی لباس پہنا نا ہے اور ان کی صحت کی تائید و تردید قرآن سے نہیں ہو سکتی۔ اور قرآن کی فرضی تائید پر جنات اور ملائکہ کے متعلق عقائد کی تدوین ہوئی ہے۔ بہشت و دوزخ کے مختلف مقامات اور مدارج وضع کئے گئے ہیں۔ عذاب قبر کی تشریحوں کے متعلق کلام الہی سے دور از کار استناد کیا گیا ہے۔ (وغیرہ وغیرہ ص ۳، تا ۷۶)"

اس لئے آپ واضح کر کے بتا دیجئے کہ آپ کے ہاں وہ وہمیات کیا کیا ہیں۔ اور مابعد الموت کے تمام احوال و تفصیلات کو جیسا کہ علمائے کرام نے حدیثوں

تمام غیر مسلم اقوام کا بھی ہے۔ اور ہندو سکھ وغیرہ بھی اپنے زعم میں اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے بتوں کی پوجا پاٹ یا دوسرے مذہبی شریک اور کفریہ اعمال و افعال کو رہے ہیں۔ پس کیا آپ کے ان الفاظ کا مقصد یہی ہے کہ غیر مسلموں کو بھی اپنا سادہ اعتقاد رکھتے ہوئے تحریک میں شامل ہو جانے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اور کیا آپ کا نظریہ یہ ہے کہ کسی عمل نیک کے بعد کسی بندہ کا اپنے رب سے صلہ اور نتیجہ کی توقع غلط ہے۔ اپنے پروردگار سے صلہ اور نتیجہ کی طلب مثلاً سربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار کہنا یا اور ایسی دعائیں کرنا جن میں جنت، نعمائے جنت اور دیدار الہی کی خواہش کا اظہار ہو یا عذاب و دوزخ سے بچنے کی درخواست ہو۔ کیا یہ سب چیزیں شرک خفی میں داخل ہیں۔ آپ صلہ اور نتیجہ کی خواہش کے لفظ کی ذرا تشریح کر دیں۔ تاکہ مافی الضمیر پر پوری اطلاع ہو جائے۔

(۲) نصب العین میں آگے ذکر ہے "آسمانی نوشتوں کی بے لاگ تحقیق" معلوم نہیں کہ آسمانی نوشتوں سے مراد آپ کے ہاں کون کون سے نوشتے ہیں اور ان کی بے لاگ تحقیق کا مقصد کیا ہے اس مبہم عبارت کو ذرا واضح کیجئے۔

(۳) آپ کہتے ہیں کہ ہمارا دعوئے ہے کہ "اسلام کو وہی باتوں سے کوئی سروکار نہیں" یہ دعویٰ تو ہر مسلمان کا ہے کہ ہمارے اسلامی عقائد و ہمیات نہیں بلکہ یقینیت ہیں۔ لیکن ہمیں خدشہ اور ہے۔ آج کل کے آزاد منش اور نیچری لوگ ان تمام یقینیات کو بھی وہمیات کی فہرست میں داخل کر رہے ہیں جو انصوص قرآن و حدیث سے ثابت ہیں لیکن ان کی محدود عقول کے احاطہ میں نہیں آسکے مثلاً مابعد الموت کے تمام احوال، عذاب و ثواب قبر، حشر جنت، دوزخ، صراط، حوض کوثر وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ

اصلاحی پروگرام کے سلسلہ میں تمام ممبروں کا مرکزی ادارہ کے ماتحت ہونا ضروری قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ”اس میں مرکز کے سامنے چواہدہ ہوں گے“

(۶) اصلاح و تنظیم مساجد کے ضمن میں آپ نے جن تبدیلیوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہاں پر صرف رکوع و سجود نہ ہو بلکہ تقریروں، لیکچروں کا انتظام ہو اور پھر سب سے عجیب تر آپ نے کہا ہے

”کہ مسجد کے ہمراہ ایک وسیع گراؤنڈ ہونی

چاہئے۔ جس میں نوجوان لڑکی، لڑکے، ذوالحال

والی بال، ٹینس اور دوسرے کھیل کھیلیں۔

اکھاڑہ میں کشتی کریں۔ کلب روم ہو جہاں

کھیلنے کے بعد ریڈیو سن سکیں“ الخ ص ۷

گویا آپ غائب کے اس تخیلاتی شعر کو واقعہ کرنا چاہتے ہیں کہ ۶

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہئے

آیت فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر

فیہا اسمہ یستح لہ فیہا بالغدو والاصال ۵

اور ان المساجد للہ اور دوسری احادیث شریفہ یہ

ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ مساجد سوائے ذکر الہی، صلوة و تلاؤ

اور امور مذہبی اور کچھ دنیوی کام ہرگز جاتے نہیں۔ موجودہ

زمانہ میں تقریروں، لیکچروں کی جو حالت ہے۔ سیاسی

جلسوں اور ہنگامہ آرائیوں میں جو جو بدتمیزیوں ہوتی

ہیں مساجد سے باہر وہ کس قدر قابل نفوت و پراتنا ہیں

چہ جائیکہ اسی سلسلہ کو مساجد کے اندر بھی جاری کر کے

احترام مساجد کو قائم کیا جائے ۶

تو ہر وہی وجہ کر دی کہ درون خانہ آئی

مسجد کے پہلو پہ پہلو یورپ کی نقالی میں مغربی

ورزشوں کے لئے گراؤنڈ اور کلب، ریڈیو بھی یقیناً مسجد

کی اصلاح نہیں بلکہ ان کی حرمت و تقدس کو براؤ کرنا

آیتوں کی بنا پر ذکر کیا ہے۔ من وعن آپ یقیناً سے تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟

(۲) ذرا واضح الفاظ میں بتا دیجئے کہ اسلام کے

جذب و وصل کے لئے ہونے ”کا مطلب کیا ہے۔ کیا یہ تو نہیں

کہ اسلام میں سب کچھ سما یا جاسکتا ہے۔ کہ کوئی شخص جو بھی

عقیدہ لے کر آئے۔ لیکن اپنے اوپر ”مسلمانی“ کا لیبل

چسپاں کر دے تو بس وہ مسلمان ہو گیا اور مسلمان اس کو

اپنی طرف کھینچنے پر مجبور ہوں گے اور اپنے سے جدا نہ کر سکیں

گے۔ اور نیز اسلام تمام مخلوقات الہی کے لئے رحمت و برکت

کی نمائندگی کن معنوں میں کر رہا ہے اور اسلام ہر فرد بشر

کی ”عزت بحال کرنے آیا ہے“ عزت بحال کرنا کیا مقصد

کیا ہے۔ کیا اس کا مقصد یہی ہے کہ اسلام کی ایسی نئی

تعریف نکالی جائے۔ جس کی رو سے جملہ ادیان کے پیرو

مسلمان قرار دیئے جائیں۔ اور ان کو اسلام کی عزت ثابت

مانی جائے۔

(۵) آپ نے اس ”ادارہ اصلاح و تبلیغ“ کی تمام

شاخوں اور ممبروں کو آزادی دی ہے۔ کہ وہ اپنے عقائد

احساسات، سیاسی اور معاشرتی خیالات میں آزاد

ہوں گے۔ تو کیا عقائد و خیالات کی آزادی کا یہی مطلب

ہے کہ ہندو، سکھ، عیسائی اور دوسرے مختلف العقائد

غیر مسلم قومیں بھی اس ادارہ میں داخل ہو سکتی ہیں۔

اور کیا سوشلسٹ اور کمیونسٹ جن کا معاشرتی نظریہ

اسلام کے نظریہ سے یقیناً جدا ہے وہ بھی اس ”شجرہ اصلاح“

کی شاخ بن سکتے ہیں۔ اسلام نے تو اپنے پیروکاروں اور

اپنے ممبروں کو یہ آزادی بھی نہیں دی کہ وہ معاشرتی

اور سیاسی نظریوں میں اور اپنے عقائد و احساسات اور

خیالات میں آزاد رہیں۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب عقائد

و خیالات کے بارے میں دین الہی کی پابندی لازم نہیں

کراتے لیکن ساتھ ہی اپنے خود ساختہ نظام عمل، اور

قیمتی صفحات اس سلسلہ میں ان کی توضیحات شائع کرنے کے لئے حاضر ہیں۔

(۹) ان ٹریکٹوں میں بتایا گیا ہے کہ علاء الدین صاحب صدیقی ایم۔ اے اور محمد بخش صاحب مسلم بی اے بھی اس ادارہ اصلاح کے بورڈ میں شامل ہیں۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے اس جماعت سے بیزاری ثابت کی ہے۔ لیکن پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کا نام بھی براہِ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس لئے ہم مسلم صاحب اور صدیقی صاحب دونوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی وہ دونوں اس بورڈ میں شامل ہیں اور اس ادارہ اصلاح کے ساتھ اُن کا بھی کچھ ربط و تعلق ہے؟

مشرقی صاحب امیر جماعت خاکسار
ضروری تفسیر۔ اور سالار ہند اور سالار کیمپ

بھٹی اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ

ادارہ علیہ کے حکم سے جو تین ہزار خاکسار بھٹی میں جا کر جمع ہو گئے تھے ان کے اس اجتماع سے مسلمان قوم کو خاکساروں کی جماعت کو کیا گفتگوئے مصالحت کو کیا فائدہ پہنچا اگر ہر خاکسار کا خرچہ کم از کم پچاس روپیہ بھی لگایا جائے تو اس حساب سے گویا ان کے اس اجتماع پر ڈیڑھ لاکھ کی رقم غریب و نادار قوم کے گروہ سے خرچ ہو کر منافع ہوئی۔ وہاں خاکسار کا خواہ مخواہ پہنچنا اور فضول بیچ میں آنا، مان نہ مان میں تیرا مہمان کا مصداق تھا۔ ہمیں بتا دیا جائے کہ آخر اس لغو حرکت کی کیا وجہ تھی۔ اس طرف متوجہ ہو کر ضرور جواب دیں تاکہ مترضوں کو مطمئن کیا جاسکے۔

سائل حاجی نور احمد ناظم حزب الانصار وارپٹن
مندرجہ ضلع شیخوپورہ۔

جواب از ادارہ شمس الاسلام۔ ہمارے محترم

صاحب سید سے سادے نیک سیرت بزرگ ہیں مشرقی کے

اور مسلمانوں کو ذکرِ الہی، صلوة و تسبیح کے بجائے لہو و لعب اور رقص و سرود کی دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس قسم کی اصلاحوں اور ایسی تنظیم مساجد سے محفوظ رکھے۔
(۱۰) ہر نئی تحریک کے بانی کی طرح آپ نے بھی قبل کی تحریکوں کے کارکنوں پر خوب لے دے کی ہے اور شکایت کی ہے کہ لوگ چندے لے لے کر اپنی تن پروری کر رہے ہیں اور کسی مفید مقصد میں خرچ نہیں کرتے۔ چندہ خور کی شکایت بالکل بجائے لیکن آپ بھی فرمائیے :-

(۱) کہ بھٹی میں سے آپ کو اپنی اس نئی تحریک کیلئے کس قدر چندہ ملا؟ (۲) کلکتہ میں سے کس قدر چندہ کی اب تک فراہمی ہوئی ہے۔ اور خاص رمضان المبارک میں زکوٰۃ کے نام سے کتنی رقم آپ کے فنڈ میں داخل ہو چکی ہے (۳) خود مرکز اصلاح میں لاہور شہر سے اور ہندوستان کے دوسرے مقامات سے کس قدر چندے وصول ہوتے رہے۔ ان تمام رقموں کی صحیح مقدار اور آمد و خرچ کا حساب آپ بھی شائع کیجئے۔ اور بتائیے کہ یہ فنڈ کہاں محفوظ ہے اور اب تک اسے قومی اور مذہبی ضروریات میں کس قدر صرف ہوا۔ اور آئندہ کن اہم مذہبی قومی ضروریات میں صرف کر دینے کا عزم و ارادہ ہے؟

(۸) آسٹریلین مسجد لاہور کی خطابت سے آپ علیحدہ کئے گئے ہیں۔ علیحدگی کے جو وجوہات ہمارے علم میں لائے گئے ہیں۔ وہ نہایت گھناؤنے اور ناگفتہ بہ ہیں ممکن ہے کہ وہ غلط ہوں۔ اس لئے ان کا اظہار کئے بغیر ہم آپ سے استفسار کرتے ہیں کہ آپ خود اس راز کو طشت از بام کر دیں کہ کس وجہ سے آپ کو وہاں سے علیحدہ کیا گیا اور خطابت کا عہدہ چھین لیا گیا؟

ہم توقع رکھتے ہیں کہ مرزا عبد الحمید صاحب ضرور اس طرف توجہ فرما کر پوری وضاحت کے ساتھ ان خدشات کے دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ شمس الاسلام کے

بقول مشرقی کے نام بار بار تار دوائے اور اسی طرح فقرینا ۵۰ ہزار تار دوا کر اس نے حکومت کے خزانہ میں رقم ہینچی لاکھوں چٹھیاں لکھوائیں جن کے ذریعہ سے محکمہ ڈاک کو مسلمانوں کے پیسوں سے مالا مال کیا۔ لاکھوں کا بیت المال ہزاروں کی جائدادیں، جو بقول مشرقی پاکباز و جانناز اس ادارہ علیہ کے نام وقف کر چکے تھے وہ سب کچھ کہاں گیا۔ کس کے قبضہ میں ہے اور اس سے قوم کو کیا فائدہ پہنچا۔ اور کس مصیبت میں اس کے ذریعہ سے غریب مسلمانوں کی امداد و اعانت کی گئی، مشرقی صاحب جس طرح مسلمانوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں، اسی طرح اس نے قوم کو خوب لوٹا بھی ہے۔ خود بھی قارون بنا اور حکومت کا ایجنٹ بن کر اس نے مسلمانوں کی جیبوں سے ہمیشہ ایسے بلا ضرورت اور غیر مفید خرچ کرائے۔ جن سے ہر محکمہ کو کافی آمدنی حاصل ہوئی۔ اور قوم کو کچھ بھی نفع نہ ہوا مسلمانوں کی مفلس قوم کو فقر و فاقہ میں مبتلا کرنے والے یہی ڈاکو ہوتے ہیں۔ جو لوٹتے تو خود ہیں، تہذیب و اسراف تو خود کراتے ہیں۔ لیکن اپنی شرارت چھپانے کے لئے ہر موقع پر مذہبی رہنماؤں، مولویوں اور خادمان دین و اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ افسوس کہ مسلمانوں کی آنکھیں اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہو کر نہیں کھلتیں یا لیت قومی یعلمون، اللھم اھل قومی فانھم لا یعلمون

شہادت ضروری اطلاع

گذشتہ اکتوبر کے رسالہ میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ باوجود مشکلات طباعت و گرائی کا غدر رسالہ کا حجم بڑھا دیا جائے گا۔ الحمد للہ اس اعلان کے بموجب موجودہ رسالہ ۳۲ صفحات کا شائع ہو رہا ہے۔ اخراجات کے اضافہ کی وجہ سے سالانہ چھپہ میں صرف آٹھ آنے کا اضافہ کیا گیا ہے۔ قارئین اب اس کی بجائے پندرہ روپے ارسال کیا کریں (میجر)

اعلانات کی وجہ سے وہ یہ یقین کئے بیٹھے ہیں کہ تین ہزار خاکساروں کا اجتماع کوئی حقیقت واقعہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس اجتماع سے قوم کو کسی طرح کا فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہذا اردو قومی سے بے تاب ہو کر حاجی صاحب اس کے فائدہ پر مطلع ہونا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں مشرقی صاحب کے اور اکاذیب و باطل کی طرح یہ بھی صرف اخباری پروپیگنڈا اور اپنی شہرت و شوق قیادت کے پورا کرنے کے لئے ایک حربہ ہے۔ کیا یاد نہیں کہ ابن سعود کی دعوت پر ایک ہزار خاکساروں کے حج کرنے کا تذکرہ کس زور و شور سے کیا جا رہا تھا۔ مگر انجام کار معلوم ہوا کہ واقعہ کچھ بھی نہیں۔ مشرقی صاحب کے دعووں کی بنا پر ہندوستان میں ۲۵ لاکھ خاکسار بھی اس عبت میں بھرتی ہو چکے تھے۔ لیکن نتیجہ کیا نکلا۔ کچھ دن کے بعد ہی جھوٹ کی قلعی کھل گئی۔ آج کل گاندھی جناح مصالحت کی گفتگو عام طور سے ہر جگہ موضوع بحث ہے اس لئے مشرقی صاحب چاہتے ہیں کہ میں بھی گوشہ گنہمی میں نہ رہوں اور تو کوئی میرا خاص امتیازی اور مفید کارنامہ ہے نہیں جس کی وجہ سے لوگوں کے حافظہ سے میری یاد زائل نہ ہو اس لئے خواہ مخواہ کبھی جناح کو تار ویدیتا ہے کبھی گاندھی جی کو پیغام بھیج دیتا ہے۔ کبھی فرضی طور سے اعلانات شائع کر دیتا ہے کہ اتنے ہزار خاکسار گفتگو کے ایام میں بسبھی پہنچ جائیں۔ پس جب اس کا مقصد اپنی شہرت و پروپیگنڈا ہے تو اس کی ذات کو فائدہ پہنچ گیا کہ کسی کی یاد وہ پھر آگیا خواہ واقعہ میں نہ تین ہزار خاکسار بسبھی پہنچے ہوں نہ کچھ اور ہوا ہو، نہ اس کے پیغاموں اور تاروں، اعلانوں کا گفتگو پر کچھ اثر ہوا ہو۔

حاجی صاحب کو اس پر افسوس ہے کہ غریب قوم کی گرہ سے ڈیڑھ لاکھ کی رقم ضائع ہوئی اور فائدہ کچھ نہیں پہنچا۔ کیا حاجی صاحب کو معلوم نہیں کہ مشرقی صاحب ہی نے تو اپنے مرید خاکساروں سے اپنی رہائی کے واسطے دائرہ

بحث و نظر

مسلمان کون ہے؟
کفر و ایمان کی تحقیق

(از حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاری)

(۲)

اجتہادی یا اختلافی مسائل نہیں کہہ سکتے۔ حدیث و قرآن اصل اصول ہیں لیکن اثبات عقائد و مسائل کے لحاظ سے قرآن و حدیث کی بھی چار قسمیں ہیں۔

نصوص کی چار قسمیں

پہلی قسم وہ آیتیں ہیں جو قطعی الثبوت بھی ہیں اور قطعی الدلالة بھی۔ قطعی الثبوت کا معنی یہ ہے کہ آیت منجانب اللہ (خدا کا فرمودہ) ہونے میں کسی قسم کا شک نہ ہو۔ اس اعتبار سے قرآن پاک کی ہر آیت قطعی الثبوت ہے قطعی الدلالة کا معنی یہ ہے کہ آیت کے معنی میں کوئی شک و تردد نہ ہو آیت اپنے معنی پر قطعی طور پر دلالت کرے دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو۔ جیسے روزے۔ نماز یا جنت۔ دوزخ اور قیامت الی اور عموماً دوسری آیتیں جن کا معنی قطعی طور پر متعین ہے۔ دوسری قسم وہ آیتیں ہیں جو قطعی الثبوت تو ہیں لیکن قطعی الدلالة نہیں یعنی آیت متعین معنی پر یقینی دلالت نہیں کرتی جیسے آیت کریمہ والمطلقات یتربصن بالفسخ ثلاثہ قدوة (ترجمہ) اور طلاق کی ہوئی عورتیں عدت گزارنے کے لئے تین حیض تک انتظار کریں۔ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے

چار اصول شرع

وہ دلائل جن سے اسلام کے عقائد یا احکام ثابت ہوئے ہیں چار ہیں۔ قرآن پاک۔ حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجماع امت۔ قیاس۔ چوتھی دلیل جسے قیاس کہتے ہیں وہ اجتہادی شے ہے جب کسی مسئلہ میں صاف قرآنی حکم یا حدیث نہ ہو اس کو کوئی مجتہد محقق صاحب بصیرت اسی قسم کے کسی دوسرے مسئلہ پر قیاس کر لیتے ہیں جس میں صاف حکم موجود ہو اس قسم کے مسائل پر مجتہدین امت کا اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ فروعی اختلاف ہے۔ اس قسم کے کسی مسئلہ یا خود اس قیاس کا انکار کفر نہیں ہو سکتا یا کسی مسئلہ میں مختلف قسم کی حدیثیں آئی ہیں۔ ان کے بارہ میں مجتہدین اور ائمہ دین نے اپنی اپنی مستقل رائے قائم کی ہے کسی نے ایک حدیث پر عمل کیا کسی نے دوسری پر کسی نے دونوں حدیثوں کے ایسے معنی کے جو باہم مطابقت ہیں اس کو تطبیق کہتے ہیں کسی نے ایک حکم کو نسخہ سمجھا۔ بہر حال اس قسم کے تمام اختلافی مسائل فروعی ہیں۔ ان سے اصول اسلام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نہ ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ لیکن جن مسائل و عقائد پر تمام صحابہ کرام و اجماع ہو۔ اس کو

کی روشنی میں متعین فرما دیا۔ ان دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل کرنا فرض تو نہیں لیکن واجب ضرور ہے۔ فرض اس لئے نہیں کہ یہاں تو اثر مفقود ہے۔

تواتر کا معنی

تواتر کا معنی یہ ہے کہ اس حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث اتنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے روایت فرمائی جن کے بارہ میں عقل مجبور کرتی ہے کہ یقین کر لیا جائے ان کا غلط بیانی پر اتفاق متعذر ہو۔ پھر صحابہ کرام سے ان کے دیکھنے والے جن کو تابعین کہتے ہیں اتنی تعداد میں روایت کریں جن کو دیکھ کر قطعی یقین پیدا ہو۔ پھر تابعین کو دیکھنے والے یعنی تبع تابعین بھی بڑی تعداد میں اسی حدیث کو روایت کریں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ مکہ یا مدینہ دیکھے بغیر بھی ہمیں یقین ہے کہ یہ دو بڑے شہر ہیں۔ ان کو چھوڑ دیجئے لندن اور برلن کا بل اور ماسکو پر ہمیں کیوں اتنا یقین ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے وجود سے انکار کر دے اس کو پاگل قرار دیں محض اس لئے کہ ان شہروں کو وجود کی خبر دینے والوں کی ایسی پوزیشن اور اتنی تعداد ہے کہ غلط بیانی کا شبہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ پس محدثین و دیگر گانِ دین کی کثیر تعداد جس حدیث کو اس تواتر سے بیان فرمائیں اس حدیث کو حدیث متواتر کہتے ہیں اس لئے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ واقعی یہ حدیث سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی فرمودہ ہے۔ اسی طرح بعض آیتوں اور بعض حدیثوں کے معانی و مطالب بھی اسی تواتر سے منقول ہو کر منضبط ہو چکے ہیں ان معنوں میں کسی طرح شک و شبہ باقی نہیں۔

کن نصوص کے منکر کافر ہیں؟

پس کفر اگر ہو سکتا ہے تو صرف پہلی قسم کے نصوص اور ان کے معانی کے انکار سے ہو سکتا ہے، یعنی کسی ایک

بعض دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ حدیث کے لئے تین حیثیتیں بلکہ تین طرزِ امتزاج کرنا ہے کہ عورت تین دفعہ پاک ہو تب دوسرا غاوند کر سکتی ہے۔ اب یہاں تو قرآن کی آیت قطعی الثبوت ہے۔ لیکن یہ امر کہ عورت عدت کے لئے تین حیض گزارے گی اس مفہوم پر آیت کی دلائل قطعی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قروع سے مراد حیض ہو یا طہر دونوں کا احتمال ہے اس لئے آیت قطعی الدلالة اس مفہوم پر نہ ہوئی۔ یعنی یہ امر کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مراد تین قروع سے تین حیض ہیں قطعی طور سے معلوم نہ ہوا غالب گمان سے جو یقین کے قائم مقام ہے۔ یہ مراد متعین کی گئی۔ بعض کم تعداد کی حدیثیں بھی ہیں جو ان دو قسموں میں داخل ہیں جن کا حدیث رسول ہونا یقیناً معلوم ہے۔ کیوں کہ ان کے راوی اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ کسی طرح ممکن نہیں کہ غلط روایت پر متفق ہو سکیں۔

تیسری قسم وہ نصوص ہیں جو قطعی الدلالة تو ہوں لیکن قطعی الثبوت نہ ہوں۔ اس میں قرآنی آیات تو کوئی نہیں آسکتیں کیونکہ وہ سب یقیناً من جانب اللہ ہیں لیکن اکثر احادیث جو خبر واحد کا درجہ رکھتی ہیں وہ اسی قسم میں داخل ہیں کہ ان کے معانی تو قطعی طور پر متعین ہیں لیکن یہ بات کہ یہ واقعی آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے قطعی طور پر ثابت نہیں۔ ہاں چونکہ حدیث ہے راوی ثقہ ہے رو کرنے کی کوئی وجہ نہیں اس لئے وہ ثابت کا تقاضا ہے کہ ان پر عمل کیا جائے۔ ان کے موافق اعتقاد رکھا جائے۔ ان احادیث کو صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اس لئے ان پر عمل واجب ہے۔

چوتھی قسم وہ نصوص ہیں جو نہ قطعی الثبوت ہیں، نہ قطعی الدلالة جیسے اکثر صحیح احادیث جو تواتر کے درجہ کو نہیں پہنچ سکیں لیکن خیر القرون میں بلند پایہ ثقہ راویوں نے ان کو روایت کیا ہے۔ یہی حال ان کے معنوں کا ہے کہ باوجود دوسرے معنی کے احتمال کے سلف نے ایک معنی کو تحقیقات

معلوم ہوگا۔ آیا مجموعہ قرآن کے لئے ہر ہر آیت کے لئے درجہ تواتر کی حدیثیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے معلوم ہو کہ یہ آیت یا قرآن وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ ہمیں اس بات کا علم کہ یہ وہی کتاب ہے اس عظیم الشان شہادت سے ہوا جو ہر ہر زمانہ کے کروڑوں فرزندان توحید پیش کرتے رہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ہر نسل نے کروڑوں کی تعداد میں یہ قرآن دوسری کروڑوں کی نسل کے حوالہ کیا اور اس وقت سے اس وقت تک اس کی تحریف تو کیا ہوئی۔ ایک حرف ایک شوشہ تک کم و بیش نہیں ہو سکا یہاں تک کہ قرأت کا پیغمبرانہ لہجہ بھی محفوظ چلا آتا ہے۔ ایسے تواتر سے جو بات ثابت ہوگی اس کا انکار بھی کفر ہے۔

کفر کیلئے فرض کا انکار ضروری نہیں

یہاں ایک اور غلط فہمی بھی دور ہونی چاہئے بعض کہتے ہیں فرض کا انکار کفر ہے سنت اور واجب نہیں کہنا یوں چاہئے کہ ہر وہ بات کفر ہے جس سے آل حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہو۔ کفر دراصل حضور کا انکار ہے اور جو ہزاروں صحیح احادیث ہیں جن کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا جس پر عمل کرنا عین ایمان ہے اور درجہ وجوب میں ہے ان کے انکار سے جو کفر لازم نہیں ہوتا۔ صرف آدمی بدین۔ بدعتی ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حدیثوں کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہونا تواتر اور قطعیت سے ثابت نہیں ہے۔ ورنہ اگر کسی آدمی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالمشافہ حکم دیں اور کسی بات کا ثواب ہونا ظاہر فرمائیں چاہے وہ اونے اور معمولی بات ہو لیکن اس کا انکار قطعی کفر ہے۔ آپ فرمائیں کہ یہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے یا دھڑکی میں ثواب ہے دوسرا بالمشافہ کہے کہ ثواب نہیں وہ اسی وقت اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ یقیناً

آیت کا انکار کر دے کہ یہ نہیں مانتا وہ کافر ہے یا کسی ایسی آیت کے معنی سے انکار کر دے جس کا یہ معنی قطعی الثبوت ہو (مورس) کسی ایسی متواتر حدیث سے انکار کر دے تو کافر ہے۔ بہر حال کفر تب ہی ہو گا جب کہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالة آیات یا احادیث کا انکار کر دے جس کا مطلب خدا اور رسول کی تکذیب ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

تواتر کی بعض دوسری قسمیں

حدیث کے سلسلہ میں جس تواتر کا ذکر کیا گیا ہے بل سناد کا تواتر ہے جس کے تحت تھوڑی حدیثیں آتی ہیں۔ تواتر کی بعض دوسری اہم قسمیں بھی ہیں، تو کما قدر مشترک۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک حدیث سند کے لحاظ سے تواتر کو نہیں پہنچتی لیکن اس کا مضمون سینکڑوں حدیثوں میں پایا جاتا ہے۔ اور تمام روایات ایک مشترک مضمون کے سلسلہ میں متفق ہیں تو یہ قدر مشترک تواتر سے ثابت سمجھا جائے گا۔ مثلاً عذاب قبر کی کوئی حدیث تواتر تک نہ پہنچے لیکن مختلف روایات اس کثرت سے عذاب قبر کا مضمون بیان کرتی ہیں کہ اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح حدیث نزول مسیح علیہ السلام، ایک تواتر طبقہ ہوتا ہے جس میں تواتر ہوتا ہے کہ ایک بات پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور کو دیکھ کر عمل کیا۔ ان سے دوسرے زمانہ والوں نے لیا۔ دوسرے سے تیسرے زمانہ کی کل امت نے اخذ کیا حتیٰ کہ ہر زمانہ کی پوری امت نسلاً بعد نسل نقل کرتی ہوئی آج تک چلی آئی۔ مثلاً نماز کی رکعتوں کی تعداد ظہر کے چار فرض۔ مغرب کے تین۔ صبح کے دو۔ سند کے لحاظ سے اس کو تواتر کا درجہ حاصل نہیں لیکن اس سے بڑھ کر تواتر اور قطعیت ممکن نہیں ہے۔

قرآن کا قرآن ہونا کیسے معلوم ہوا؟
اگر اس کا انکار کر دیا جائے تو پھر قرآن کا قرآن ہونا کیسے

تکذیب معاذ اللہ کفر نہ ہوگی۔ چونکہ شکار کے جواز کا انکار قرآنی آیت کی تکذیب کو مستلزم ہے اس لئے کفر ہے اگرچہ شکار نہ فرض ہے نہ واجب۔ اگر عمر بھر شکار نہ کرے کوئی گناہ نہیں لیکن اس کو گناہ سمجھنا کفر ہے۔

بہتر فرقوں کی باطل تاویلیں

یہاں یہ بحث باقی رہ جاتی ہے کہ حدیث شریف میں جن بہتر ناری فرقوں کا ذکر ہے جو یا تو صرف روافض کے بہتر فرقے ہیں (جن کی فہرست کی یہاں گنجائش نہیں) اور ظاہر یہی ہے کیونکہ بحیثیت قابل اعتبار فرقہ کے جس کے پیرو چند کروڑ تک دنیا میں موجود ہیں۔ صرف یہی ہیں جو اپنے تقیہ کی وجہ سے اہل سنت کے فیصلہ کن مقابلہ سے بچ رہے ہیں۔ یا روافض۔ خوارج۔ قدریہ۔ سہریہ۔ معتزلہ وغیرہ فرقے ہیں۔ بہر حال یہ لوگ نصوص کے صحیح مطالب و معانی کا انکار کرنے کی وجہ سے کیوں مطلقاً کافر نہیں کہلاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ آیات میں تاویلات کرتے ہیں۔ ان کے معانی اپنے مسلک کے موافق کرتے اور ان کو صحیح سمجھتے ہیں اگرچہ ان کی یہ تاویلیں دوران کار۔ غلط اور خلاف اصول ہیں اور یہ لوگ ان تاویلات اور غلط عقائد کی وجہ سے صراط مستقیم سے دور جا پڑے ہیں۔ لیکن قطعی الثبوت اور قطعی الدلالة آیات و احادیث میں انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

قطعیات میں کوئی تاویل مقبول نہیں ہوتی

اور اگر ان فرقوں میں سے بھی کسی نے قطعیات دین میں یعنی دین کی ان باتوں میں جن کا ثبوت قطعی ہے کوئی تاویل کی تو وہ بھی مسلمان نہیں رہ سکتے۔ نہ ان کی تاویل صحیح سمجھی جاسکتی ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ دو پہر کا وقت ہو نہ ابر ہو نہ غبارِ نوحل رہی ہو۔ ایک شخص کہے کہ دن موجود نہیں ہے یہ گرمی اور روشنی ممکن ہے اس بجلی کی وجہ سے ہو

اس امر کا انکار کرتے ہیں جو قطعی طور سے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ پس آج بھی ان انکار کرتا کفر ہوگا جس بات کا خدا کی حکم ہونا یا سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہونا قطعی طور سے ثابت ہو جائے آخر قرآن پاک کو بھی تو ہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات پر اعتبار کرنا خدا کا کلام مانا ہے۔ پس جس بات کے بارے میں بھی آنحضرت فرمائیں گے کہ یہ حکم خدا کا حکم ہے۔ چاہے خدا کے کلام میں ہو یا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں ہو اس کا ماننا فرض ہوگا۔ بشرطیکہ یہ قطعی طور سے معلوم ہو جائے کہ یہ آپ کا ارشاد ہے اور خدا کا حکم ہے۔

متواتر سنت کا انکار کفر ہے

پس مسواک کا استعمال سنت ہے۔ نماز کا ثواب اس سے بڑھ جاتا ہے۔ کوئی عمر بھر مسواک نہ کرے تو عذاب نہ ہوگا۔ لیکن کوئی شخص کہے کہ مسواک میں کوئی ثواب نہیں یہ شخص مسلمان نہیں رہ سکتا کیونکہ مسواک کا سنت ہونا اور باعث ثواب ہونا مذکورہ بالا تواتر سے ثابت اور قطعی امر ہے اس کا انکار تکذیب کے مترادف ہے۔ یہی حال اذان کا ہے کہ اس کے سنت ہونے کا انکار کفر ہے۔ اس کی ایک مثال لیجئے حج کے موقع پر حاجی کے لئے احرام کے وقت شکار کرنا ممنوع ہے احرام سے نکلنے اور حلال ہونے کے بعد شکار کی اجازت دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاِذَا احْلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (جب تم حلال ہو جاؤ پھر شکار کرو)

یہ شکار کرنے کا حکم نہ فرض ہے نہ واجب ہے یہ صرف سابقہ ممانعت اٹھانے کے لئے ہے یعنی حج سے فارغ ہو جانے کے بعد پھر شکار ممنوع نہیں تم کر سکتے ہو یہ امر اباحت کیلئے ہو نہ ایجاب کے لئے۔ لیکن آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ جو شخص یہ کہے کہ حج سے حلال ہو جانے کے بعد بھی شکار جائز نہیں کیونکہ مسلمان رہ سکتا ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے تو قرآن پاک کی

بہت سے حضرات کافر کو کافر کہنے میں تامل کرتے اور اس کو احتیاط سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اس سے بڑھ کر بے احتیاطی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ ایسا کر کے اپنا ایمان خطرہ میں ڈال دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کفر اور اسلام دو چیزیں ہیں تو مسلمان کو کافر یا کافر کو مسلمان سمجھنا کفر و اسلام کو ایک قرار دینا ہے جو سب سے بڑی بے دینی اور کفر ہے۔ یا یوں سمجھیں کہ ایک شخص کہتا ہے قل ھو اللہ احد قرآن نہیں ہے اس کو زید اگر کافر نہیں کہتا تو اس کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں۔ یا تو وہ خود بھی سورہ اخلاص کو قرآن نہیں مانتا یا قرآن کے انکار کو کفر نہیں سمجھتا۔ یا ایک شخص نماز کو فرض نہیں جانتا۔ اب اس کو کافر نہ کہنے والا یا تو خود بھی نماز کو فرض نہیں جانتا۔ یا فرض کے انکار کو کفر نہیں سمجھتا یا ایک شخص زنا اور شراب کو حلال کہتا ہے اب اس کو کافر نہ کہنے والا یا تو خود بھی ان کو حلال کہے گا یا حرام کو حلال سمجھنا اس کے نزدیک کفر نہ ہوگا۔ اور یہ سب تہذیب کی صورتیں ہیں۔ اور اگر حلال کو حرام اور حرام کو حلال۔ اسلام کو کفر کفر کو اسلام کہنا اور قرآنی آیات اور فرائض انجام کا انکار کفر نہیں تو پھر کفر نام کس کا ہوگا؟

اور اگر ہر اس چیز کا انکار کفر نہ ہو جس کا حکم خدا ہونا یا حکم رسول خدا ہونا قطعاً و یقیناً ثابت ہو تو پھر خود خدا اور رسول کا انکار۔ تو جہد و رسالت کا انکار کیوں کفر ہوگا۔

ضروریاتِ دین

بعض محققین نے یہ نرمی کی ہے کہ قطعی ہونے کے ساتھ وہ امر ضروریاتِ دین میں سے بھی جو تنب اس کا انکار کفر ہے۔ ضروری دین کا معنی یہ ہے کہ اس امر کا جزو دین ہونا بدیہی ہو۔ ہر شخص جانتا ہو کہ یہ بات دین اسلام کی ہے اس کے انکار سے آدمی قطعی کافر ہو جاتا ہے۔ جیسے ہر آدمی جانتا ہے کہ نماز روزہ اسلام کا جزو ہے۔ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت ختم ہے۔ قیامت میں پھر زندہ ہونا ہے دین

جو کہیں اوپر کو نہ رہی ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی اس تاویل کو جنوں پر مبنی اور مردود سمجھا جائے گا۔ اسی طرح قطعیات دین میں کوئی تاویل قابل لحاظ نہیں ہو سکتی۔ ورنہ کونسی آیت یا حدیث ہے جس میں تاویل نہ کی جاسکے۔ پھر تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ نماز کے لئے وضو ضروری نہیں۔ اور اگر فرض ہے تو صرف ایک بار عمر بھر میں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ صلوٰۃ سے مراد یہ نماز نہیں بلکہ اس کا معنی دعا ہے۔ زکوٰۃ کے معنی پاکی کے ہیں۔ دسواں یا چالیسواں حصہ ادا کرنے کے نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ پس ان بہتر فرقوں میں سے یا خود اہل سنت والجماعت میں سے کہلا کر کوئی شخص بھی قطعیات دین کا انکار کرے گا۔ وہ مسلمان نہیں رہ سکتا کیونکہ وہ اس طرح پر خدا اور رسول کی تکذیب کرتا ہے۔ چاہے وہ ہزار جینے چلائے کہ میں مسلمان ہوں۔

منکرین زکوٰۃ کا کفر

چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک زمانہ میں جنہوں نے زکوٰۃ کا انکار کیا تھا وہ اپنے کو مسلمان ہی تو کہتے تھے اور عمل بھی باقی تمام باتوں پر کرتے تھے لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ان سے کہا دیکھا۔ قرآن پاک نے نمازیں پڑھنے والے بلکہ پڑھنے والے۔ بہت سے لوگوں کو منافقین کا خطاب دیا اور ان کا ٹھکانا جہنم کا سب سے بڑا درجہ بتلایا۔ حالانکہ یہ سب اپنے کو مسلمان کہتے اور آل حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ نمازیں پڑھتے تھے۔ اسی اصول کے ماتحت کہ قطعیات دین کا انکار بہر حال کفر ہے۔

کافر کو مسلمان اور مسلمان کو کافر کہنا بھی کفر ہے

اگر ایک شخص مسلمان کو کافر کہدے یا کافر کو مسلمان سمجھے وہ بھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ آج کل مسلمانوں کو کافر کہنے کے توجہ دید تعلیم یافتہ خلاف ہیں۔ یہ بھی خدا کا شکر ہے لیکن

قرآن وحدیث ہے۔ انکار قوی ہو یا فعلی۔ اس لحاظ سے کسی ایسے فرقہ کو بھی بحیثیت فرقہ کے کافر نہیں کہہ سکتے جس کے بارہ میں تکذیب قطعی ثابت نہ ہو۔ پس غیر مسلم کافر کہلانے والے کھلے کافروں کے سوا

دین اسلام دین فطرت ہے

بہر حال دین اسلام دین فطرت ہے اس کے تمام اصول وفروع فطرت سلیمہ اور عقل صحیح کے موافق ہیں جبکہ تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اس دین کے معین اصول اور مقصدہ ضوابط ہیں جماع و مانع مذہب ہے۔ کامل و مکمل ہے اس سے گھٹا یا جاسکتا ہے نہ بڑھانے کی گنجائش ہے افراط و تفریط کے درمیان ہے۔ سارے دین کو ماننا اور اس کی تصدیق کرنا اسلام ہے۔ کسی ایک جزو کا انکار یا تکذیب جس کا جزو دین ہونا قطعی اور ضروری ہو کفر ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں خود ہم کو ضرورت ہے

اللہ تعالیٰ کو ہمارے ماننے کی ضرورت نہیں۔ خود ہمیں نجات کے لئے اس ایمان و تصدیق کی ضرورت ہے
مَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ

سواد اعظم

اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو جائے لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی ہے کہ امت کا اجتماع گمراہی پر نہ ہوگا۔ اور حکم دیا کہ تم سواد اعظم کے ساتھ رہو۔ اور فرمایا جو سواد اعظم سے علیحدہ ہوا آگ میں گیا چنانچہ باوجود سیکڑوں چھوٹے بڑے فرقوں کے سواد اعظم اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں پس جو ارشاد ہے کہ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِي کہ ناجی فرقہ دہی ہے جو میرے اور میرے اصحاب کی راہ پر ہو اس سے مراد بھی اہل السنۃ والجماعت ہیں جو سواد اعظم ہیں جن کے ساتھ رہنے کا حکم ہے۔

نتیجہ

پس مسلمان وہ ہے جو تمام قطعیات دین اور ضروریات کو مانے۔ اور کافروہ ہے جو کسی ایک قطعی حکم کا بھی انکار کر دے

انکار قوی ہو یا فعلی۔ اس لحاظ سے کسی ایسے فرقہ کو بھی بحیثیت فرقہ کے کافر نہیں کہہ سکتے جس کے بارہ میں تکذیب قطعی ثابت نہ ہو۔ پس غیر مسلم کافر کہلانے والے کھلے کافروں کے سوا

کافروں کی فہرست

مسلمان کہلانے والے کافروں کی فہرست مختصر موجودہ ضرورت کے لحاظ سے درج کی جاتی ہے۔

مرزائی قادیانی لاہوری

درجہ کفر کے لحاظ سے سب سے اول نمبر مرزائیوں کا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے ہیں۔ اس فرقہ کے اندر بھی کئی فرقے ہیں۔ جو مرزائے قادیانی کو نبی اور پیغمبر مانتے ہیں۔ ان کے کفر میں تو کسی مسلمان کو بحث نہیں۔ مسٹر محمد علی جناح کا عقیدہ اس سلسلہ میں معلوم نہیں ہو سکا اور نہ وہ کسی کافروں سے قابل التفات تصور فرماتے ہیں اور نہ خود ان کے عقائد کی خبر ہے۔

باقی تمام امت عرب و عجم، ترک و ایران، کابل سے کلکتہ تک تمام مسلمان متفق ہیں کہ قادیانی کافر ہیں یہ آئینہ خاتم النبیین کے بھی منکر ہیں۔ اور دوسرے قطعیات دین کے بھی۔

لاہوری فرقہ

لیکن بعض بعض مسلمان لاہوری مرزائیوں کو کافر کہتے ہیں تامل کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ مرزاجی کو نبی نہیں مانتے۔ لیکن یہ تامل اور احتیاط خود احتیاط کے خلاف ہے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر مان لینے کے بعد لاہوری اس لئے کافر ہیں کہ۔

۱) یہ مرزا قادیانی کافر و مرتد کو مسلمان ہی نہیں بلکہ مسیح موعود، مجدد وغیرہ کہتے ہیں۔

۲) مرزا قادیانی کی طرح جہانی معراج کا انکار کر کے آیتہ اسری سبحن الذی اسوی بعدہ کی تکذیب کرتے ہیں

ہیں۔ کیا یہ لوگ قرآن سے نماز کی رکعات تعداد ثابت کر سکتے ہیں؟

بعض رافضی فرقے

اسی طرح شیعہ فرقہ کے اندر بہتر فرقے ہیں۔ لیکن فرقہ اس کا قائل ہے کہ قرآن پاک محفوظ نہیں۔ یا اس میں ستر ہزار آیتیں تھیں۔ اب ہزاروں آیتیں گم ہو گئی ہیں یا حضرت علی خدا ہیں یا پیغمبر ہیں۔

یا حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیتے اور الیاء باللہ تعالیٰ کا فریاد منقہ نثراتے ہیں یہ بھی مسلمان نہیں رہ سکتے۔ تحریف قرآن اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلکہ دو چار کے سوا تمام صحابہ کا کفر و ارتداد شیعہ کی مشہور کتاب صافی اصول کافی میں موجود ہے۔

بعض سنی کہلانے والے

اسی طرح بعض سنی کہلانے والے جو ملائکہ کا انکار کرتے ہیں معجزات قطعہ کی دوران کار تاویل میں کرتے ہیں۔ سات آسمانوں کا جنوں کا یا شیطان کا انکار کرتے ہیں جنکے وجود کی خبر قرآن اور حدیث میں تو اتنے سے ثابت ہے۔ عذاب قبر کو نہیں مانتے اور جو قرآنی مفہوم یا حدیث رسولؐ ان کے ناقص عقل کے خلاف رکھے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

نئی قسم کے زندیق

زندیق اس کا فرقہ کہتے ہیں جو بظاہر تو فصوص کو مانے۔ لیکن معنی اس طرح کرے۔ کہ حقیقت ہی تبدیل ہو جائے۔

مثلاً جنت و دوزخ کو مانتے ہیں۔ لیکن جنت اسی

(۳) نزول مسیح علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں جو متواتر عقیدہ ہے۔

(۴) حضرت مسیح علیہ السلام کے کلام فی المہد کا انکار کر کے ویکلمہ الناس فی المہد کی تکذیب کرتے ہیں۔

(۵) حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب دیا جانا مان کر آیتہ وما قتلوه وما صلبوه کی تکذیب کرتے ہیں۔

(۶) اہل دوزخ کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا انکار کر کے قرآن اور متواتر عقیدہ کی تکذیب کرتے ہیں۔

(۷) حیات مسیح کے متواتر اور اجماعی عقیدے کے منکر ہیں۔

(۸) عزیر علیہ السلام کے واقعہ کو خواب بتلا کر قرآن پاک کی تحریف کرتے ہیں۔

(۹) قلنا یا ناس کوئی بردا و سلاما علی ابراہیم میں ناس کا معنی حسد کر کے متواتر معنی اور متواتر عقیدہ کا انکار کرتے ہیں۔

(۱۰) حشر جسا کا بھی انکار کرتے ہیں۔

(۱۱) مرزا قادیانی کی تمام کفریات میں تصدیق کرتے ہیں۔

لاہوریوں کے یہ عقائد مولوی محمد علی لاہوری کے ترجمہ قرآن اور کشف الاسرار میں درج ہیں۔ قادیانیوں اور لاہوریوں کے سوا گنا چوری۔ تما چوری وغیرہ مرزا نیول کی چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہیں۔

اہل قرآن

ان کو چکڑا لوی بھی کہتے ہیں۔ یہ حدیث کے منکر ہیں ظاہر ہے کہ قرآن پاک اتباع رسول کا حکم دیتا ہے اگر رسول کا کہنا قابل قبول نہیں تو اس کے کہنے سے قرآن کو خدا کی کتاب کیسے مانا جاسکتا ہے۔ یہ لوگ قرآن کی حدیثی تفسیروں سے علیحدہ ہو کر پھر خود قرآن پاک میں عجیب عجیب تخریفات کرتے

ہے۔ یا ہمارے سامنے مندر میں بُت کو سجدہ کر دے یا حدیث کا منکر ہے یا قرآن کی کسی آیت کا منکر ہے یا اس کے متواتر اور قطعی معنی میں تحریف کرتا ہے۔ تو پھر اس کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔ اگر عمر بھر تمام باتیں ماننے کا اعلان کرے۔ تمام عبادات پر عمل کرے لیکن ایک دن کہہ دے کہ حج فرض نہیں یا قرآن صرف عربوں کے لئے تھا یا شراب حرام نہیں یا مشرک مسلمان ہیں تو وہ شخص قطعی کافر ہے۔

تکذیب کی ایک اور نشانی

اور اگر فرض کا انکار نہ ہو۔ کسی ادنیٰ حلال کو حرام کہہ دے مثلاً یہ کہہ دے کہ شکار کرنا حرام ہے تو وہ بھی مسلمان نہ رہے گا۔ اسی طرح ایک شخص عمر بھر بلا اذان نمازیں پڑھتا ہے۔ بغیر مسواک وضو کرتا ہے عمر بھر دارِ طہی منڈاتا ہے اس سے وہ کافر نہیں ہو سکتا لیکن اگر وہ اذان کو سنت نہ سمجھے مسواک کے ثواب ہونے کا انکار کرے۔ مسنون دارِ طہی کا مذاق اڑائے۔ کسی سنت کی توہین کرے اس کا یہ فعل تکذیب اور کفر کی نشانی قرار دیا جائے گا اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی مسلمان کہلانے والے العیاذ باللہ قرآن پاک کو لے کر ناپاک جگہ میں قصداً پھینک دے اس کے اس فعل سے اس پر کفر کا حکم عائد ہو جائیگا۔ اور جب تک کفر کی نشانی ظاہر نہ ہو صرف نماز پڑھنے سے مسلمان سمجھا جائیگا السلام علیکم کہنے سے مسلمان تصور ہوگا مسلمان کی صحیح شکل بنانے۔ اذان کہنے سے بھی مسلمان کہلائیگا کسی کو کوئی حق نہیں کہ اس کو کسٹ مومن سے خطاب کرے ہاں قَتَبَتُنُوْا کے حکم کے ماتحت جب تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ ابولہب ہے یا مرزا قادیانی ہے یا عبداللہ ابن ابی ہے یا باب یا بہاء اللہ ایرانی ہے یا غالی رافضی ہے یا ماوہ پرست محرف قرآن بدو ماغ نیچری ہے تو پھر اس کو مسلمان قرار دینا بھی کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

دنیا کے راحت و آرام کو کہتے ہیں۔
(۲) فرشتوں کا اقرار کرتے ہیں لیکن ان سے مراد برق اور بھاپ لیتے ہیں۔
(۳) قرآن کو معجزہ کہتے ہیں لیکن یہ مانتے ہیں کہ قرآن کی طرح فصیح و بلیغ کلام اور بھی ہیں۔ جو فصاحت میں کسی طرح کم نہیں۔

(۴) نماز مانتے ہیں لیکن اس کو عبادت نہیں کہتے
(۵) دنیا کے اندر راحت و آرام سے بہنے والے مشرکوں اور قطعی کافروں کو اخروی جنت کا حقدار قرار دیتے ہیں
(۶) کسی عقیدے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

(۷) شرک و تثلیث کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن زبان سے تین خدا کہنے اور آباؤی رسم کے ماتحت بُتوں کو سجدہ کرنے کو توحید کے خلاف نہیں سمجھتے۔

حدیث اہل قبلہ اور آیتہ سلام

مختصر یہ کہ کوئی شخص بھی ہو اور اپنے کو ہزار مسلمان کہے لیکن قولاً یا فعلاً اس سے تکذیب کی نشانی ظاہر ہو جائے تو وہ کافر قرار دیا جائے گا۔ اور اگر تکذیب کی کوئی نشانی نہ ہو بلکہ تصدیق کے علامات ہوں تو اس کو مسلمان سمجھیں گے یہاں سے سوال کے اندر جو اہل قبلہ کا ذکر تھا۔ اس کا مطلب بھی صاف ہو گیا۔ اور سلام کرنے والے کو کسٹ مومن سے روکنے کا معنی بھی۔

الحاصل جب ایک آدمی قبلہ رو نماز پڑھتا ہے ہم اس کو مسلمان کہیں گے۔ یہ دلیل مسلمانی کی ہے یا رمضان کے روزے رکھتا ہے یا نماز کے وقت کھڑے ہو کر اذان دیتا ہے یا لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتا ہے یا السلام علیکم کہتا ہے ہم اس کو مسلمان قرار دیں گے کیونکہ یہ ہر ایک تصدیق اور ایمان کی نشانی ہے لیکن اگر ان تمام نشانیوں کے باوجود پتہ لگ جائے کہ وہ مرزا قادیانی کا چیلہ ہے یا قیامت کا منکر

وسط ہند اور جنوبی ہند میں جدید فتنہ

الحاد و بد دینی کے پاگل خانہ میں ایک لمحہ اضافہ

(۳)

(از جناب مولوی محمد یعقوب صاحب ایڈووکیٹ چھانڈنی مہار)

لیتا ہوگا کہ پھر آواز آئی ”یوسف ہے باہا صدیق“ تو مارے عشق اہلی کے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور منہ کھلا کا کھلا رہ گیا! — اب ”اللہ میاں“ کو سو بھی دل لگی تو انہوں نے ایک مصرع طرح ارشاد فرما دیا:۔

”چلے گا دورِ زماں یوسف کے سامنے سامنے“

اس پر یہ ”مست خدا“ جب ذرا کچھ اور پسیمنا دکھائی دیا تو پھر آواز آئی ”مولانا صدیق دیندار چن بسویشور“ اور پھر دوسری آواز میں توصاف طور پر انہیں یقین دلادیا گیا کہ ”تو ہی چن بسویشور ہے“ پھر کیا تھا جناب کے پیرو مشد فرما ہی چکے تھے کہ

”جب تک کوئی قرینہ صارفہ پیدا نہ ہو اور

بغیر قرینہ قویہ صارفہ ہرگز خلاف ظاہر معنی

نہ کئے جائیں“

بہت ہی الٹ پٹ کر دیکھا تو کوئی ”قرینہ قویہ صارفہ“ نظر نہ آیا جس سے اس تمام داہیات خرافات کی تاویل کی ضرورت سمجھی جاتی اس لئے بالآخر کسی نہ کسی طرح خواہ ”طوعاً و کرہاً“ ہو یا بہ طیب خاطر، ان آوازوں پر ایمان لے ہی آنا پڑا — یاد رہے کہ مصرعہ طرح ل چکا تھا، مگر قیامت کچھ تھی نہیں کہ اس پر کچھ بند لگاتے صرف نام کرنے کی فکر تھی کہ کسی طرح مشاعرہ میں گزر ہو جائے۔ اس لئے اب کچھ ”غیر طری“ کلام بھی کہنے کی گدگد اہٹ محسوس ہونے

ہاں تو ۱۹۲۷ء کے کچھ قبل سے اس شخص کو بھی وہی سدی صاحب کو نظر آنے والے ”پیر نورانی“ نے آوازیں دینی شروع کر دی ہیں، اور چونکہ تمام خدائی میں قسط الرجال اس قدر بڑھ چکا ہے کہ اب ہر شخص ”مسلمانوں کا بھائی“ نہیں بن سکتا، اس لئے ان پر جو نظر پڑی ہے تو میں ۶ پسلی پھڑک اٹھی نگہ انتخاب کی!

اب کیا تھا، مختلف خطابات والقباب و آداب سے انہیں بلایا جانے لگا۔ آواز آئی ”اے میرے آسمان کے تارے“ بی بی فاطمہ کے لال، عادل میرا صاحب، اے سیما، اے فاتح ہندوستان، اے پہلوان، اے نبی کے فرزند، صادق جنگ، مہدی آخر الزماں، اے صدیق کلیم اللہ، امام الغیب، سپہ سالار، اے پیران پیر، محمد، چراغ دہر، سری پتی، اے دھن پتی، اندرجو تی، گرو ناتھ، مولانا، سلیمان، اے موسیٰ، اے نگہبان اے عیسیٰ، اے سلطان نصر الدولہ، یا منصور، اے نور محمد، اے جبری اللہ، دیندار، اے محی الدین، سکندر اعظم، تاج مہولیا، میرے صابر گے ابھی سنبھا لا بھی نہ لینے پایا تھا، ریحرا نی نے عقل کو سمجھنے سوچنے کی فرصت بھی نہ دی تھی کہ ”اللہ میاں“ نے کہا ”تم صدیق ہو“ خیال کیا ہوگا کہ ڈاکٹر محمد صدیق کو ذرا لاڈ پیار سے کھڑی زبان میں مخاطب کر رہے ہیں، بار بار سوچتا ہوگا اور لطف

لگی، منہ سے :-

عقل کل تھا میں کبھی نفس میں آ کر ٹھہرا
صورت جسم لئے سب میں نمایاں ہوں میں
احدیت سے جو چلا ایک میں آ کر ٹھہرا
عالم خیب و شہادت میں نمایاں ہوں میں
شان و قرآن و عل میں ہی شاہد ہوں میں
ماہ و غور شہید و کو اکب میں دشناں ہوں میں
ہفت افلاک سدا میری عبادت میں ہیں
اور مسجود ملائک، خور و غلاں ہوں میں
یہ زمین و آسماں جو ہے وہ مری کرسی ہے
سب میں موجود ہوں پھر سب جدا گاہوں میں
مجھ سے نکلا ہوا مجھ میں ہی فنا ہوتا ہے
کیونکہ ارواح و اجسام کی بنیاں ہوں میں
نہ مجھے نیند ہے نہ اونگ، نہ غفلت کا اثر
چرخ گردوں کے اثر سے بھی دراماں ہوں میں
غیر موصوف ہوں موصوف نظر آتا ہوں
اس کی اک خاص وجہ یہ کہ مہر ہاں ہوں میں
عقل انساں کی رسائی سے بہت دور ہوں میں
اہل دل دیکھتے ہیں غیروں سے پہاں ہوں میں
میں نہ محصور ہوں نہ موت مجھے آئے گی
بالک الملک ہوں بر عرش حکمران ہوں میں
میری توحید کو کثرت میں نمایاں دیکھ
گو ہے ایک جان مگر مظہر جاناں ہوں میں
نفل مولے کے نتیجہ میں تو مولا نکلا
جو زمانوں میں عیاں تھا وہی پہاں ہوں میں
کوئی مکنون جہاں مجھ سے نہیں چھپ سکتا
میں ہوں قرآن میں سائر نفس قرآن ہوں میں
یہ مقامات ہیں لوگوں کے دکھانے کے لئے
ورنہ کیا جائے کوئی کون پہنیں کان ہوں میں

دیکھا آپ نے گویا بھگود گیتا کے باب دس اور
گیارہ کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے۔ آپ یہ سمجھنے میں جلدی نہ
کیجئے کہ یہ تو صرف شاعری ہے اور شاعر لوگ کبواس کیا
ہی کرتے ہیں، ان کے باوا کا بکڑا کیا ہے، ذرا ذرا سی
بات میں تو طور پر چڑھ جاتے ہیں، اور کبھی موسیٰ، سلیمان،
عیسیٰ کے پڑے پھاڑ ڈالنے پر اتر آتے ہیں۔ اور کون
نہیں جانتا کہ جناب موسیٰ پر جس قدر ان شعرا کا کرم رہا
ہے وہ اخلاقی و دناوت کی تمام حدود سے بہت دور گذر
چکا ہے مگر آج تک ستیا رتھ پر کاش کے خلاف آواز
اٹھانے والے اور خود کو غیرت مند سمجھنے والے ان سے
یہ دریافت کرنے کی جرأت نہیں کرتے کہ بک کیا رہے ہو؟
تو اگر چن لشنو سیور نے بھی ”خدا“ لاڈ پیار کی مار محسوس
کرنی شروع کر دی اور صرف شاعری کی دنیا میں اپنے آپکو
خدا بنا بیٹھا تو جرم کیا کیا؟ کیا صوفی لوگ ”ہمد اوست“
کے یا ”ہمد از اوست“ کے قائل نہیں ہیں؟ اور اگر
بغرض محال اس نے اپنے آپ کو ”خدا“ ہی کہہ دیا تو یارو
ہوا کیا، خود مرزا جی نے فرمایا ہے کہ ”یہ کلمات..... اہل
اللہ کی زبان سے نکلا کرتے ہیں مگر ان سے کوئی خدا نہیں
بن سکتا“ سوال یہ ہے کہ جھوٹ سچ کا معیار بھی کچھ ہے
یا جھڑپ سینگ سمائے جا گھسے، جو چاہا کہہ دیا، بک دیا،
ماں کو جو رو کہہ دیا، جو رو کو والدہ ماجدہ بنا لیا اور ہر حال
میں شکھی کے شکھی رہے؟ اگر زبان سے نکلے ہوئے
لفظ آپ کے ارادہ اور آپ کی نیت یا مافی الضمیر کی ترجمانی
نہیں کر سکتے، اور آپ خود اپنے قول و فعل پر اعتماد نہیں
رکھتے تو ایسا کون سا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے جو بغیر اونٹ کی
طرح بلبلائے نہیں رہا جاتا؟ ذرا اپنے وزیر اعظم برطانیہ
ہونے کا اعلان کر کے ہندوستان کو آزادی تو دے دیکھئے

یا اسپرلی بنک کے پرنیڈنٹ ہی بن کر دیکھ لیجئے۔ ہوئے
ہوئے کا جو کچھ ہے یا ہو گا وہ تو بعد میں دیکھا جائے گا،
مگر صرف زبانی اعلان کر دیجئے، اخباروں میں اشتہارات
چھپوا دیجئے، اور سرکاری قوانین متعلقہ بنک کی بھی
نظر ثانی فرمایا لیجئے اور اپنے دستخطوں سے ان کی جگہ وہی
کے وہی قوانین وضوابط پھر جاری کر دیجئے۔ یا نظام
حیدر آباد ہونے کا اعلان کر دیجئے اور پرنس آف برار
کے نام اپنی خیر و عافیت ہی کا خط ڈال کر دیکھ لیجئے جب
کوئی پوچھے یا مرے ہوئے کئے کی طرح گھسیٹنے کو آئے تو
کہہ آئیے گا کہ ”ایسی باتوں سے کوئی نظام بنا جاتا ہے“
لوگ پاگل سمجھ کر چھوڑ دیں گے یا اگر بقیہ ہوش و حواس پایا
تو صرف جیل بھیج کر خاطر مدارات کے بعد گھر جانے کی اجازت
دیدیں گے۔ چنانچہ جن بسویشور نے بھی تقریباً وہی لکھا ہے
جس کے سمجھ جانے کا ڈر ہو سکتا تھا۔ ایک جگہ لکھتا ہے:-
”بعض نادان محض کو باطنی اور ذاتی مدد تو

کی وجہ سے اس فقیر پر دعوے خدائی کا الزام
لگاتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو ہی نہیں سمجھا
دعوے تو بال مقابل ہوا کرتا ہے۔ فنایت
تقابل کی نفی ہے اور نفی اثبات کا ضد ہے“ لے

یہ دلیل بھی یہی ظاہر کر رہی ہے کہ خدا تو ضرور ہیں مگر مقابلہ
کا دعویٰ نہیں ہے۔ صرف مقصد اتنا ہے کہ خلقت کو بتلا
دیا جائے کہ جس خدا کے مقابلہ میں غرور و شدا دیا فرعون
نے اپنی خدائی کا رنگ جمانا چاہا تھا وہ یہی ہیں، اور یہ درجہ
آپ کو ”فنا فی اللہ“ ہو جانے کے بعد نصیب ہوا ہے! فرق
صرف اتنا ہے کہ اس جسم کثیف میں آجانے کے بعد اپنی
مخلوقات کو اپنے سامنے سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیتے، بلکہ
خود بھی نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں۔ کیا خوب بات

ہے کہ مرزا جی کو بذریعہ ابہام یہ علم دیا جا چکا تھا کہ ”میں نماز
پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں“
نشئی علیک یعنی ہم تیری ثنا کریں گے تہ تو شاید وہ بھی انہی
”فنا فی اللہ“ خدا کے لئے کہا ہوگا، کیونکہ علاوہ نماز
روزہ کے ”شنا خوانی“ کا یہ عالم ہے کہ ”کسی بات میں عام
مسلمانوں سے الگ“ نہ ہونے کے باوجود مرزا جی کو ”اسلام
کا آخری خلیفہ مسیح موعود“ لکھ اور ”مسلمانوں کا امام اور
”عیسائیوں کا نبی“ لکھ اور تبلیغ اسلام کے ضمن میں بلا حجت
و تکرار مسیح موعود منوانا“ لکھ اپنا فرض اولیں قرار دیتا
ہے۔ اب سن لیجئے ”فنا“ کی کون کون سی گھاٹیاں غریب
کو کو دنی پڑی ہیں، مرزا جی کو عہدی اور مسیح موعود مانا،
مجدد مانا اور مسلمانوں کا امام اور عیسائیوں کا نبی مانا، اس
کے بعد ”فنا فی الرسول“ لکھ ہوا پھر عالم رویا میں بقول خود
حضور کی جانب سے ”امام الناس“ کے عہدہ جلیلہ پر تقرری
ہوئی لکھ پھر ”فنا فی الرسول ہونے کی وجہ سے ”شہداء
علی الناس“ ہوا لکھ اس کے بعد اسی سلسلہ میں دبلے پاؤں
چپ چاپ نبی کریم بن گئے کیونکہ فنایت کی انتہا ہو چکی
تھی لکھ اور آپ کو بہ حیثیت نبی آخر الزماں کے ہندوستان
کی بعض قوموں کو ”مسلمان“ بنانا منظور تھا، اس کے بعد
یا خدا جانے کب ”فنا فی اللہ“ تک کی نوبت آگئی چنانچہ
اب بفضلہ تعالیٰ ”اللہ میاں“ ہیں! — اور اس
بلا کے ”اللہ میاں“ ہیں کہ قرآن کی آیات کو توڑ مروڑ کر
نہایت بے حیائی سے عجیب عجیب رنگ چڑھا کر بطور
استدلال مسلمانوں کو ”مسلمان“ کر ڈالنے کے لئے پڑھ کر
سناتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ سورہ مائدہ کی آیت
یا ایہا الذین امنوا من یرتد عنکم عن دینہ
فسوف یاتی اللہ بقوم یحبونکم و یحبونکم اذلیہ

ہے؟ خدا خلیا ہے؟ کیا بلا ہے؟

لکھتا ہے :-

”غرض جس قدر بھی قرآن کریم میں اور احادیث میں اور اقوال اولیاء اللہ ہیں، میرے نظیر کو اللہ کا ظہور پیش کیا گیا ہے وہ پرانی بات ہے، وہ وجود ایک ہی ہے، وہ متعدّد و قدّ ظاہر ہوا اور ہوتا رہے گا، مگر اس امت میں اللہ کا نام پالنے کے لئے میں ہی مخصوص ہوں۔ کل اولیاء اللہ عالم شہود میں تھے اور میں شاہد و مشہود ہوں۔ کیونکہ یہ یوم موعود ہے“

چلے قصہ ہی ختم ہوا۔ آپ شاید مجھ سے پوچھ بیٹھتے کہ کیا بالکل قیامت ہی آگئی جو یہاں تک نوبت پہنچ چکی؟ کس قدر دقیقاً نوسی خیال کئے جاسکتے ہیں آپ لوگ کہ ابھی تک آپ نے ”قرینہ قویۃ صارفہ“ ہی نہیں سمجھا۔ ائمہ مفسرین اور ائمہ محدثین رحمہم اللہ نے جو کچھ صحابہ کرام سے سمجھا تھا وہ سب غلط تھا۔ اور جو کچھ ان بزرگوں نے حضورؐ سے معلوم کیا تھا وہ بھی سب خرافات تھیں۔ کیونکہ وہ ”اگلے وقتوں کے لوگ“ تھے، نہر و پورٹ تک پڑھنے کا انہیں فخر حاصل نہ تھا، نہ انہوں نے باقبال قوموں کو دیکھا تھا، نہ کلام الہی میں تحریف کرنے والے دیکھے تھے، نہ تھارتی کمپنیاں نظر سے گزری تھیں، ورنہ لفظ و حال کے اصلی معنی ان کی سمجھ میں آجاتے اور قرب قیامت میں آنے والے فتنوں سے انکا خوف ہمیشہ کے لئے جاتا رہتا۔ اسی طرح نہ ان غریبوں نے موجودہ علمائے اسلام کو دیکھا تھا، نہ طاعون کے کیرے کو پہچانا تھا، نہ ریل گاڑی دیکھی تھی جو دابۃ الارض کو سمجھ لیتے تھے بس جب بے علمی کا یہ حال تھا تو قرآن کو وہ بچا رہے کیا سمجھ سکتے

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اعْتَرَفَ عَلَى الْكَافِرِينَ بِجَاهِدٍ وَنَفِي سَبِيلِ اللَّهِ الْخ میں خبر و پیدہی گئی تھی کہ جب ارتداد مسلمانوں میں آداخل ہوگا تو خدا خود دوسری قوم کو لے کر آئے گا اور تمام انتظامات درست کر دے گا چنانچہ اب آگیا ہے

ایک جگہ لکھتا ہے :-

”آخر زمانہ میں تمام ادیان پر اسلام کو غالب کرنے کے لئے اللہ خود امام بن کر کام کرے گا“

پھر لکھتا ہے :-

”سب احمدی لوگ اس وقت تک مل کر کام

کر و جب تک وہ روح حق نہ آجائے۔

آپ کے (مرزا جی) الہامات سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے

”تو میرے پاس بمنزلہ ایک بیٹے کے ہے

ظالم مخلوق نے تجھے بھی دبا لیا۔ اب میں

خود آنے والا ہوں“

اس وجہ سے مرزا صاحب نے اللہ آنے

کی بشارت دی۔ یاس طرح ہوا جس طرح

عیسیٰ کے بعد جب غلو ہوا اور جماعت دو

لکڑے ہو گئی تو وہاں بھی بشارت اللہ

کے آنے کی ہی تھی کیونکہ باپ ہی بیٹے

کے جھگڑے کا فیصلہ کر سکتا ہے، لہذا

یہاں بھی مسیح موعود کی جماعت کے تصادم

کے وقت ان سے بڑی ہستی ہی دونوں

فریق کا فیصلہ کر سکتی ہے“

کیا فرماتے ہیں اہل عقل و فہم، یہ شاعری ہے؟ مراق

تھے؟ اب یہ مرزا جی کے ”بمنزلہ باپ“ ہونے کے تشریف لائے ہیں۔ کیونکہ قیامت بھی آپ جی ہے اور اسلام بے حد مغلوب ہو چکا ہے۔ عام مسلمانوں سے کسی بات میں الگ بھی نہیں ہیں، ان کے بھائی ہیں، امام الناس، اور شہداء علی الناس بھی ہیں، خود فنا فی الرسول ہونے کی وجہ سے ختمی رسالت ہذا ت خود ہیں اور فنا فی اللہ جو ہو چکے ہیں تو اب اللہ میاں بھی ہیں۔ یعنی اللہ میاں اب مسلمانوں کے بھائی بن کر آن اترے ہیں! اور فرماتے ہیں کہ قرآن مجید نے جو قیامت کی بھیانک تصویر کھینچ ماری ہے وہ صرف یوں ہی سی ہے ورنہ اس کے معنی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔

” جس طرح شاخوں کا زمانہ اور پھل کا زمانہ متضاد کیفیت رکھتا ہے، اسی طرح سلطنت شیطان کا زمانہ اور یوم بعث یہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ حضور سرور عالم اور حشر الاجسام لازم و ملزوم شے ہیں۔ نشر اور شیطان یہ دونوں ہم معنی کیفیتیں ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نشر کے زمانہ کی موجودگی میں حضور کو فرماتا ہے لست منہم فی شئی یعنی حضور کو فرقہ بازی کے زمانہ سے کوئی تعلق نہیں“ لے

بھائی میں تو اتنا سمجھ سکا ہوں کہ اصل یا جڑ سب چیز کی رسول کریمؐ ہیں۔ اور فرقہ بازیوں، فتنہ و فساد، دینی رخنے، حرام خوری، لُچ پن، سب شاخ، پھول پھل اور پتے تو مطلوب یہی نکلا کہ جب تک تخم سے لے کر جڑ کی حالت تک درخت کی ابتدائی شکل موجود ہے تو سمجھ لو کہ حشر ہے اور جہاں معاملہ اس سے آگے بڑھا اور شیطانیت یعنی درخت کا پھیلاؤ شروع ہوا تو نشر ہو گیا! اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو ایک معقول پسند آدمی یہی کہے گا کہ حضرت اصل غرابی تخم کی ہے جس سے جڑ شاخ پھل، پھول، پتے وغیرہ نکلے ہیں۔ اس لئے ایسے تخم ہی کو کیا کر دے جو فتنہ کی جڑ ہو اور انسانیت کو مصیبت میں ڈال دے۔ پھر یہ اسلام اسلام کی چیخ پکار اُٹو پن ہے یا نہیں؟ تو کیوں نہ بچا جائے اس بلائے عظیم سے۔ شرم نہیں آتی کہ اس قسم کا فتنہ صرف اپنی ”خدائی“ کو قائم کرنے کے لئے پیدا کر رہے ہیں اور مارے ”عقل کل“ ہونے کے بے وقوفی تک پر ناز ہے۔ کیا اسی طرح ”فنا فی اللہ“ ہوا جاتا ہے کہ تمام گندگی کی جڑ حضورؐ رسول کریمؐ کو قرار دے دیا جائے؟

(باقی آئندہ)

لے دعوت ص ۵

تردید مرزائیت میں بہترین رسالے

حقیقت مرزائیت

مؤلف مولانا علم الدین صاحب

مرزائی دھرم کی تردید میں بہترین کتاب ہے۔ قیمت ۴ علاوہ خرچہ ڈاک۔

حقیقت مرزائیت

مؤلف مولوی عبد الکریم صاحب مباحثہ

سابق مبلغ مرزائیت۔ مرزائی چال بازیوں کو پشت ازبا کرنے والی کتاب ہے۔ قیمت ۸ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ :-

پیرزادہ ابوالفضیاء محمد بہاء الحق قاسمی۔ گلوالی گیٹ۔ امرتسر

فِتْنَةُ رَفَضِ

محبّت کے پردہ میں عداوت کا بدترین مظاہر

(از مولانا سیف الرحمن صاحب لٹری)

روافض عوام الناس اور ناخو ائذہ لوگوں کو ورغلائے اور انہیں اپنے دین متین سے پھسلانے اور دھوکا کے جال میں پھنسانے کے لئے عجیب عجیب چالیں چلتے اور انواع و اقسام کے حیل و مکائد سے کام لیتے ہیں۔ جب کبھی معترض کے مقابلہ میں اپنی ہار محسوس کریں اور کوئی مسکت جواب نہ بن پڑے تو اس وقت ان کی مضطربانہ حرکات قابلہ دید ہوتی ہیں۔ محققانہ جواب تو ان کے ہاں معدوم اور عنقا ہیں، ہاں مغالطہ میں ڈالنا اور خطا بحث کرنا ان کو خوب آتا ہے۔ جب ان سے بھی عہدہ برآ نہ ہو سکیں تو آخر میں ورشت کلامی اور اپنے آبائی پیشہ تبرّابازی یعنی گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ تقیہ اور کتمان یعنی کسی مصلحت کو بد نظر رکھتے ہوئے حق کو چھپانا تو ان کا جزو ایمان ہے لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهُ کہ جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے ایمان ہے جس کا عقیدہ ہی حق کو چھپانا ہو اس کی بات کا اعتبار کیا۔ صرف کتمان حق ہی ان کا عقیدہ نہیں بلکہ ان کو تو اپنے مذہب کے مسائل کے کتمان کی بھی ایسی ہی تاکید اکید ہے۔ حضرت جعفر صادق مذہب شیعہ کے امام اپنے متبعین سے فرماتے ہیں:-

اَتَيْتُكُمْ عَلَى دِيْنٍ مِّنْ كَلِمَةٍ تَمَّ اَيْسَ دِيْنٍ كَيْ تَمِيْعَ هُوَ كَ
اَعَزَّكَ اللّٰهُ وَمَنْ اَذَاعَهُ جَوَّاسٌ كَوْحِطَانُ كَا اللّٰهُ اَس
اَذَلَّهُ اللّٰهُ (کافی باب کتمان) کو عزت دیکھا اور جو اس کی

.....

نشر و اشاعت کرے گا خدا اس کو ذلیل کرے گا۔ جب کسی مذہب میں کتمان حق اور دین کی باتوں کو چھپانے کی ایسی تاکید ہو تو اس مذہب کے متبعین کی کسی بات کا اعتبار ہی کیا ہو سکتا ہے؟ وہ تو جھوٹ بول کر اپنے زعم میں ایک نیکی کے مرکب ہو رہے ہیں۔ یہ کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

در اصل یہ لوگ محبت اہل بیت کے پردہ میں بغض اور ثنا کے لباس میں استہزاء کرتے ہیں۔ حاشا وکلا کہ ان کے قلوب میں رتی بھر بھی حب اہل بیت ہو بلکہ محبت کی بجائے عداوت اور دوستی کی جگہ محفی دشمنی ہے۔

اہل سنت کو جو عقیدت سیدنا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کرام سے ہے وہ کسی سے مخفی نہیں حضرت علی کو خلیفہ برحق سمجھنا ہمارا جزو ایمان ہے۔ نہ صرف یہ کہ آپ اپنے وقت پر خلیفہ رسول ہو گئے بلکہ حضرات ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان ذی النورین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح آپ اپنے زمانہ خلافت میں بمقتضائے آیہ

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنَّا هُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَامَرُوْا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا

جب یہ لوگ زمین کے حاکم بن جائیں تو ان کا کام نماز و زکوٰۃ کا نظام قائم کرنا اور نیک کاموں کی

لِخَلَاْفِهِ نَاقِصِيْنَ لِعَهْدِهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَے فَرَاغَ كَے خِلَافِ
مُعَيَّنِيْنَ لِسُنَّتِهِ تھے انہوں نے حضورؐ کے
ساتھ جو عہد کیا تھا اسے توڑا اور حضورؐ کی سنت کو تبدیل
کر دیا۔

جب بمقتضائے روایت کافی حضرت علی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ اگلوں نے جو کچھ کیا ہے اس میں
سراسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی خلاف
ورزی کی تھی اور نعوذ باللہ انہوں نے سنت کو تبدیل
کر دیا ہے۔ تو آپ نے جب ان کی جگہ سمجھائی تو بمقتضائے
لَا يَخَافُونَ لَوْمَةً لَّا كُفْرًا آپ ان کی پیدا کردہ بدعت
کو مٹا دیتے اور جس جس حکم کی خلاف ورزی ہو رہی تھی
اس کی اصلاح فرماتے اور لوگوں کو سنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر چلنے کی ترغیب دیتے اور خلاف ورزی کرنے
پر حد شرع جاری فرماتے۔ برعکس اس کے آپ فرماتے
ہیں :-

لَوْ حَلَّتِ النَّاسُ عَلَيَّ اِذَا رَأَيْتُكُمْ لَوَضَعْتُ يَدِي فِي
تَرْكِهَا وَحَوَّلْتُهَا اِلَيَّ يَدِي خِلَافَ شَرِّ مَا تَمَسَّكُ
مَوَاضِعَهَا وَ اِلَى مَا كَانَتْ تَرْكُكُمْ و اور تبدیل شد
فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سنن کی بحالی کی کوشش

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب
ہے یہ اس خطبہ کے بالکل منافی ہے جس میں حضرت امیرؓ نے
مسلمانوں سے مخاطب ہو کر حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

هٰمَآ اِمَامَانِ عَادِلَانِ وَهٰذَا رَجُلٌ عَادِلٌ وَبَيْنَهُمَا
قَارِنَتَانِ كَانَا عَلٰی الْحَقِّ قَامَتَانِ عَلَيَّ
قَامَا تَا عَلَيَّ تَا عَلَيَّ تَا عَلَيَّ تَا عَلَيَّ تَا عَلَيَّ
پر ہی فوت ہوئے۔

عَنِ الْمُنْكَرِ كَرْنَا اور برے کاموں سے
بجھر روکنا ہے۔

عبادات بدنیہ و مالیہ کا نظام درست رکھنے والے
اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر پورے طور پر عامل تھے۔
آپؐ نے مجرمین پر حد و شرعیہ کا اجرا کیا۔ کبھی کسی امر
میں اس کام میں کوتاہی نہیں کی۔ آپ صیحح طور پر خلیفہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ یہی ہم زبان سے
کہتے ہیں اور دل میں اسی پر ہمارا یقین ہے۔ ہمارے دل
کوئی منافقت و پالیسی نہیں۔ یہی اہل سنت کا ایمان
ہے خداوند تعالیٰ ہمیں اسی مقام پر رہنے کی توفیق ارزانی
فرمائے آمین ثم آمین

برعکس اس کے مدعیان حب اہل بیت یعنی شیعہ
حضرات کے زبانی دعوے اور ان کو پس منظر کو بھی دیکھئے
کہ انہوں نے محبت کے پردہ میں بغض اور دوستی کے
لباس میں دشمنی کا کیسا بھیانک منظر پیش کیا ہے۔ شیعہ
کی کتابوں میں سے سب سے زیادہ معتبر کتاب کافی ہے
جس کے متعلق شیعوں کے امام غائب کا یہ قول ہر کتاب
کے سرورق پر درج ہوتا ہے ہٰذَا كَافٍ لِّلشَّيْعَةِ
کہ یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ گویا امام
غائب نے خود اس کتاب کا نام کافی رکھا ہے۔ ہر ایک
مطبوعہ نسخہ کی پیشانی پر یہ عبارت ثبت ہوتی ہے۔

اسی کتاب کافی کے کتاب الروضہ میں صفحہ ۱ پر حضرت
امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک طویل خطبہ
درج ہے جس میں حضرت امیرؓ نے بہت کچھ کہنے کے بعد
اپنے اہل بیت اور خاص اور اپنے خاص شیعوں کی طرف
متوجہ ہو کر فرمایا :-

قَدْ عَلِمْتُ اَوْلَاةَ قَلْبِي مَجْهُوْلِيْنَ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُوْنَ
اَعْمَالًا خَالِفًا لِّمَا فِیْہَا بِوَجْہِ كَرَامَتِہُمْ
وَسُوْلِ اللّٰهِ مُتَعَدِّیْنَ جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ

شاید شیعہ اسکا جواب یہ دیں کہ حضرت امیرؓ نے ہمیشہ تقیہ سے کام
لیا اور یہ کلام بھی تقیہ پر معمول ہے نعوذ باللہ من شرور شرار

بِالتَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَائِزِ کی ایسی تقسیم کروں جیسا کہ
خَمْسَ تَكْبِيرَاتٍ وَخَلَّتِ خداوند تعالیٰ نے قرآن
النَّاسِ عَلَى حُكْمِ الْقُرْآنِ کریم میں نازل فرمایا اور
اِذَا لَمْ تَقْرُؤْ اَعْبَىٰ فرض کر دیا ہے اور لوگوں
کو حکم دوں کہ جنازہ پر پانچ تکبیریں پڑھا کریں اور لوگوں
کو قرآن پڑھنے کے لئے کہوں تو یہ سب لوگ مجھ کو چھوڑ
دیں۔

لیجئے، بروایت شیعہ خود حضرت علی رضی کی زبانی معلوم
ہو گیا کہ آپ نے حکومت کے چھن جانے کے خوف سے نہ تو
مقام ابراہیم کو اپنی جگہ پر لوٹایا اور نہ ہی باغ فدک حضرت
فاطمہ علیہا السلام کو وارثوں کو واپس کیا۔ اور نہ ہی
اغوا شدہ عورتوں کو ان کے خاوندوں کے حوالہ کیا اور
اپنے زمانہ میں مال غنیمت کے پانچویں حصے میں بھی حکم
خداوندی کے مطابق تصرف نہیں کیا اور جو لوگ حضور
علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک جنازہ کی
چار تکبیریں پڑھتے تھے ان سے پانچ تکبیریں بھی نہیں
پڑھوائیں محض اس خوف سے کہ میری حکومت میں
گڑبڑی نہ مچ جائے۔

اللہ اللہ اہل بیت کی تشریف ہو تو ایسی ہو۔ شہر
خدا اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھتا ہے اور شمس سے
نہیں ہوتا۔ اس کو یہی فکر داس گیرے کہ اگر ان لوگوں
سے کچھ کہوں گا تو یہ لوگ مجھے خلافت سے اتار کر کسی اور
شخص کو بٹھا دیں گے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے :-

وَاللّٰهُ لَقَدْ اَمَرْتُ النَّاسَ میں نے ایک دفعہ لوگوں کو
اَلَّا يَجْمَعُوْا شَهْرَ رَمَضَانَ حکم دیا تھا کہ ماہ رمضان میں
اِلَّا فِيْ فَرِيضَةٍ وَاَعْلَمُهُمْ نماز فرض کے سوا کسی اور
اَنَّ اجْتِمَاعَهُمْ فِي النِّوَافِلِ نماز (تراویح) میں جمع نہ
يُدْعَا فَنَادَى بَعْضُ اَهْلِ ہوں اور ان کو سمجھایا کہ

وَعَلَيْهِ وَاللّٰهُ لَمْ تَقْرَأْ کروں اور لوگوں کو صحیح اس
عَرَىٰ مُحَمَّدٌ اَيُّ حَقِّ اَنْفِ معیار پر لانا چاہتا ہوں جس
وَحَدَّثِي اَقْلِيلٌ مِنْ پر حضور علیہ السلام کے زمانہ
شَيْعَتِي الَّذِيْنَ عَرَفُوْا میں تھے تو پھر میرا سب لشکر
فَضْلِيْ وَفَضْلُ اِمَامَتِيْ مجھ کو چھوڑ کر چلا جائے اور
میں اکیلا رہ جاؤں یا میرے ساتھ مٹھی بھر شیعوں کی تعداد
ہو جنہیں میرے فضائل کا علم ہے اور میری امامت کا فرض
ہونا ان پر عیاں ہو چکا ہے۔

شیعہ کی اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرِ خلافت پر متمکن ہونے کے
بعد اس خوف سے کہ کہیں میرے ہاتھ سے حکومت نہ جاتی
رہے آپ نے لوگوں کی کوئی اصلاح نہیں فرمائی خلاف
شرع اعمال کے ارتکاب سے کسی کو نہیں روکا۔ سنت کو
قائم کرنے کا کوئی انتظام نہیں فرمایا۔ بلکہ لوگوں کو اپنے حال
پر ہی چھوڑ دیا اور اپنی حکومت پر متمکن رہنے کے لئے سب
کچھ برواشت کر لیا۔ لاجل ولا قوۃ الا باللہ محبت کے پرے
ہیں استہزائے ہی کہتے ہیں پھر آپ نے فرمایا :-

لَوْ اَمَرْتُ بِمَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ اگر میں مقام ابراہیم کو
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَرَدَدْتُہُ اِلَیْ ٹھیک اسی جگہ بناؤں جہاں
الْمَوْضِعِ الَّذِيْ وَضَعَهُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
فِيْهِ دَسُوْلُ اللّٰهِ وَفَرَدَدْتُ وسلم نے بنایا تھا۔ اور اگر
فَدَكِ اِلَیْ فَرَدَدْتُہُ فَاِلَیْہِ باغ فدک حضرت فاطمہ
عَلَيْہَا السَّلَامُ وَتَوَعَّطُ کے وارثوں کو لوٹا دوں
نِسَاءً تَحْتَ رِجَالِ بَعِيْرٍ اور وہ عورتیں جو مردوں
حَقِّ فَرَدَدْتُہُنَّ اِلَیْ نے ناجائز طہ پر اپنے گھر کو
اَزْوَاجہ..... وَالْفَدْتُ میں رکھی ہوئی ہیں پکڑ کر
خَمْسَ التَّسْوِلِ كَمَا ان کے اصلی خاوندوں
اَنْزَلَ اللّٰهُ عَنْ رَحِيْلَ کے حوالہ کر دوں۔ اور مال
وَفَرَضَهُ..... وَاَمَرْتُ غنیمت کے پانچویں حصے

کی زبان پر پہلوا ہے ہیں کہ آپ کو احکام شریعہ کے اجراء کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ ایک دن میں نے لوگوں سے کہا کہ رمضان شریف میں نماز تراویح جماعت کے ساتھ نہ پڑھا کرو تو میرے لشکر میں بغاوت ہوتے ہوتے بمشکل چلے گی۔

اب منصف مزاج حضرات بتائیں کہ سیدنا علیؑ کے حقیقی محب سنی ہیں یا شیعہ رشعیہ نے جو تصویر پیش کی ہے وہ اوپر کے حوالہ سے ظاہر ہے مگر سنی ان کو الذین مکناہم فی الارض اقاموا الصلوۃ (الایہ) کا مصدق قرار دیتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

عَسْكَرِي مِمَّنْ يُقَاتِلُ
مَعِيَ يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ
غَيْرَ ثَلَاثَةِ عُمَرَ
يُنْهَانَا عَنِ الصَّلَاةِ
فِي شَهْرِ رَمَضَانَ
نَطَوُّ عَنَّا وَلَقَدْ خَفْتُ
أَنْ نَيُشَوِّرُوا فِي نَاحِيَةِ
جَانِبِ عَسْكَرِي رَمَضَانَ
كَافِي ص ۲
خوف طاری ہو گیا کہ کہیں یہ لوگ میرے لشکر کے ایک حصہ میں ابتری نہ پھیلا دیں۔

گویا شیعہ نے کوشش کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجبور محض ثابت کریں۔ انہی

تحقیق المسائل

استفسارات و فتاویٰ

(اداسرہ)

اور حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی صاحبزادی تھیں ان کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مختلف تاریخی روایات کی بنا پر یقیناً ثابت ہے۔ اور اس کا انکار کرنا ایک کھلی اور ظاہر و باہر حقیقت سے انکار کرنا ہے۔ خود شیعوں کی مقبرہ کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ اول شیعہ کتب کے حاملہ سے اس کا اثبات کیا جائے۔ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلبی کی کتاب فروع کافی ووافض کے مابین مستند کتاب ہے۔ اس فروع کافی جلد

سوال حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح حضرت امیر المومنین علیؑ کے اعظم عمومن الخطاب رضی اللہ عنہ سے واقعی ہوا تھا اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو کیا شیعوں کی کتابوں میں بھی اس کا ذکر ہے یا نہیں۔ باحوالہ جواب دیا جائے۔

سائل سید تسلیم حسین شاہ مقام کنگ ڈاک خانہ سمبر پال ضلع سیالکوٹ

الجواب۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو حضرت علیؑ کی کرم اللہ وجہہ

علیہ لما مات عمر اتی ام فرمایا کہ حضرت عمرؓ جب
کلثوم فاختہ بید ہوا وفات ہو گئے تو ام کلثوم
فانطلقت بہا الی بیتہ کے پاس آئے اور ان کا
صفحہ ۳۱۱ جلد ۲ ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر
لے گئے۔

اور یہی دونوں روایتیں شیعوں کی دوسری معتبر
کتاب اور ان کے علامہ ابو جعفر طوسی کی تصنیف کتاب
الاستبصار جلد ۲ ص ۱۸ مطبوعہ مطبع جعفریہ لکھنؤ میں بھی
موجود ہیں۔ اصول کافی شیعوں کے ہاں ایک نہایت مستند
کتاب ہے اس میں ایک آسمانی وصیت نامے کا طویل قصہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین کے ذریعہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے ایک عہد لیا تھا۔ کہ اس وصیت نامہ
پر ضرور عمل کرو گے۔ اور ان شرائط میں سے ایک شرط یہ
ہے کہ صبر کرنا ہوگا فلاں فلاں چیز پر۔ اُن میں سے و انتہاک
حرمتک، اس اصول کافی کی شرح کتاب الصافی میں
ملا خلیل قزوینی جو شیعوں کے ہاں مسلمہ محدث و مجتہد ہے۔

اس جملہ کی تشریح یوں کرتا ہے۔ و درین پر وہ تو اشارت
است بہ دامادی عمر۔ صافی شرح اصول کافی مطبوعہ نولکشور
کتاب الحجہ جزء دوم ص ۲۸۱ آگے پھر ایک دوسری عبارت
کی شرح کر کے لکھتا ہے۔ و مراد شکستن عہد نیست بلکہ
مراد غضب دختر من است کہ بہ زور خواہند گرفت اشارت

است بغضب عمر ام کلثوم بنت فاطمہ علیہا السلام را ص ۱۲
روافض کی صحاح اربعہ میں سے علامہ طوسی کی کتاب
تہذیب میں داخل ہے۔ اس میں روایت ہے۔

عن ابیہ علیہ السلام قال جب ام کلثوم بخت علی رضی
لہما مات ام کلثوم بنت علی اس کا صاحبزادہ زید بن عمر
علیہ السلام و ابنہا زید بن بن الخطاب و دونوں ایک
عمر بن الخطاب فی ساعۃ ہی وقت میں وفات ہو گئے
واحدۃ و لایدری ایہما اور یہ پتہ نہ لگا کہ ان دونوں

دوم ملکہ مطبوعہ نولکشور میں ایک مستقل باب باندھا
گیات ہے باب فی تزویج ام کلثوم اس میں پہلی حدیث
یہ روایت کی ہے علی بن عبد اللہ علیہ السلام فی تزویج
ام کلثوم فقال ان ذلک فرج غضبناہ ﷺ (تحقیق)
یہ ایک فرج ہے جو ہم سے چھین لی گئی ہے اور اس کے
بعد دوسری حدیث ہے جس میں نکاح کا سارا واقعہ اور حضرت
عباسؓ کا اس سلسلہ میں کہ شش کرنے اور حضرت علیؓ کو
آئادہ کرنے کا ذکر موجود ہے۔ اسی فروع کافی جلد ۲ ص ۳۱۱
میں باب ہے المتوفی عنہا زوجہا المدخول بہا ابن
تعتقد و یا جب علیہا اس باب کے تحت میں روایت
ہے کہ :-

۱) عن عبد اللہ بن سنان عبد اللہ و معاویہ عمار دونوں
و معاویہ بن عمار عن ابی کہتے ہیں کہ ہم نے ابو عبد اللہ
عبد اللہ علیہ السلام قال علیہ السلام سے اس عورت
سألتہ عن المرأة المتوفی کے بارے میں مسئلہ پوچھا
عنها زوجہا تعتد فی بیتہا جس کا خاوند مر گیا ہو کہ وہ
او حیث شاءت قال بل عدت کے ایام اپنے گھر
حیث شاءت ان علیا گزارے گی یا جہاں اس کا
صلوات اللہ علیہ لما توفی جی چاہے۔ فرمایا۔ کہ جہاں
عمر اتی ام کلثوم فانطلقت جی چاہے چلی جائے۔ کیونکہ
بھا الی بیتہ ﷺ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ
فوت ہو گئے تو حضرت علیؓ ام کلثوم (اپنی بیٹی اور ان کی
بیوی) کے پاس آئے اور اس کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔

۲) عن سلیمان بن خالد میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام
قال سألت اباعبد اللہ سے اس عورت کے متعلق حکم
علیہ السلام عن امرأة توفی پوچھا جس کا خاوند مر گیا ہو
عنها زوجہا ابن تعتد فی کہ وہ خاوند کے گھر میں عدت
بیت زوجہا او حیث شاء گزارے یا جہاں جی چاہے
ثم قال ان علیا صلوات اللہ علیہا کہہا کہ جہاں وہ چاہے۔ پھر

میں ابن قتیبہ نے معارف میں ابن اثیر نے کامل میں تصریح کے ساتھ لکھا ہے۔ چنانچہ کتاب الثقة ابن حبان میں حضرت فاروق رضی کے زمانہ خلافت کے ساتھ کے واقعات میں لکھتا ہے :-

ثم تزوج عمر ام كلثوم پھر اسی سال حضرت عمر رضی بنت علی بن ابی طالب حضرت علی رضی کی صاحبزادی وہی من فاطمہ و دخل ام كلثوم رضی کے ساتھ شادی بھا فی شہر ذی قعدہ کی جو حضرت فاطمہ میں سے تھیں اور ذوالقعدہ کے مہینہ میں رخصتی بھی ہوئی۔

ابن قتیبہ کی مشہور کتاب معارف میں حضرت عمر رضی کی اولاد کے ذکر میں ہے و فاطمہ وزید و امها ام كلثوم بنت علی بن ابی طالب من فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الغرض تمام مستند تاریخی کتابوں میں اس نکاح کے انعقاد کا ذکر موجود ہے اور تاریخ طبری اور ابن اثیر میں اس کی تمام تفصیلات کا بھی ذکر ہے۔ حتیٰ کہ صحاح ستہ میں سے بھی بخاری اور نسائی میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان دونوں کتابوں میں ضمنی طور سے یہ بات آگئی ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں واقع ہے :- کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی عورتوں کو مال عنینت کی آئی ہوئی چادریں تقسیم کر رہے تھے ایک عمدہ چادر نکال گئی۔ تو

هلك قبل فلم تورث میں سے اول کسی کی وفات احد ہما من الآخر وصلت ہوئی ہے۔ تو ایک کو دوسرے علیہما جمیعاً کامیراث نہیں دیا گیا اور جنازہ کی نماز دونوں پر یکجا پڑھی گئی۔

نہج البلاغہ کا مشہور شیعہ شارح ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جز ثانی ص ۱۱۱ مصری پر لکھتا ہے :-

جاء عمر الى مجلس المهاجرين حضرت عمر رضی میں آئے۔ فی الروضة وكان يجلس فيها جہاں مهاجرین اولین تشریف المهاجرون الاولون فقال فرماتے اور فرمایا کہ تم مجھے

هتوني هتوني قالوا بماذا مبارک باد دو۔ مبارک باد یا امیر المؤمنین قال تزوجت دو۔ انہوں نے کہا کہ کیوں

ام كلثوم بنت علی بن ابی طالب سمعت رسول اللہ میں نے حضرت علی رضی کی صاحبزادی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول ام كلثوم سے نکاح کر لیا کیونکہ

كل سبب ونسب وصحہ منقطع میں نے رسول اللہ صلی اللہ

يوم القيامة الاسببى و علیہ وسلم سے سنا تھا کہ قیامت

نسبى وصحہ کے دن تمام تعلقات نسبی اور دامادی ختم ہوں گے۔ سوائے میرے نسب اور صہر

کے (کہ یہ اس وقت بھی مفید ثابت ہوگا)

اور قاضی فور اللہ شوستری نے تو مجالس المؤمنین میں بار بار مختلف مواقع پر اس نکاح کے انعقاد کا اقرار کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے "اگر نبی و خضرہ عثمان و ادولی و خضرہ عمر فرستاد"

یہ تو خود شیعوں کی کتابوں سے چند صاف و صریح حوالے پیش کئے گئے۔ اور اگر مزید تلاش و تحقیق کی جائے

تو ان کی کتابوں سے اور بھی بہت سے حوالے مل سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ام كلثوم بنت علی رضی کی تزویج کا

یہ واقعہ تمام معتد مورخوں نے پوری تفصیل کے ساتھ لکھا ہے علامہ طبری نے تاریخ کبیر میں ابن حبان نے کتاب الثقة

فقال له بعض من عنده مجلس میں بیٹھے والوں میں یا امیر المؤمنین اعط هذا سے کسی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عندك علیہ وسلم کی صاحبزادی (نواکم) یزید و ن ام كلثوم بنت کو جو آپ کے نکاح میں ہے علی الخ کتاب الجهاد دیجئے۔ مراد کہنے والے کی بخاری شریف ص ۴۴۱ میں ام كلثوم رضی تھی جو حضرت علی رضی کی صاحبزادی تھیں

نسائی شریف کی روایت میں ہے۔ کتاب الجنائز باب اجتماع جنازۃ الرجال جلد اول ص ۳۲ مطبع نظامی کان پور۔

ووضعت جنازۃ ام کلثوم اور حضرت علی رضی کی صاحبزادی بنت علیؓ امراۃ عہد بن ام کلثوم جو حضرت عمر رضی الخطاب وابن لہایقال بیوی تھی کا جنازہ اور ان کے لڑکے زید کا جنازہ ایک ساتھ رکھ کر پڑھا گیا۔

الغرض شیعہ سنی دونوں قوم کی روایتوں اور ہر دو فرقوں کی کتابوں سے اس نکاح کے انقضاء کا ثبوت یقینی طور پر ملتا ہے۔ اب ایسے صاف و صریح اور متواتر واقعہ سے انکار کرنا صرف شیعوں کی اس جباہت نفس پر مبنی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خاندان نبوی

کی دامادی کا شرف حاصل نہ ہو جائے۔ لیکن خاک ڈالنے سے چاند چھپ نہیں سکتا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ جو حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں ان دونوں کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں ہونے کی بنا پر خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ، ذو النورین کہلائے اور اس شرف سے ممتاز ہوئے۔ اسی طرح آپ کی نواسی اور خاتون حنبت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی نخت جگر ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت فاروق اعظم رضی کے نکاح کی وجہ سے آپ کو بھی یہ شرف و امتیاز حاصل ہوا۔ اور آپ بھی ”ذو النورین“ کہے گئے ہیں لیکن یہ گرنہ بنید بہ روز شہرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ اگر شیعہ اس نورانیت کو دیکھ سکتے ہوں تو یہ انکی شہرہ چہی ہے

قطعہ تاریخ وفات

پیکر زہد و تقویٰ، نوجوان صالح، عزیزی پیرزادہ محمد شعیب قاسمی بی۔ آیس۔ تسی۔ صاحبزادہ مولوی پیرزادہ محمد ابراہیم صاحب قاسمی امرت سری کلرک پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ نئی دہلی۔

جواں سال لڑکا محمد شعیب	ذہین و فہیم و وجیبہ و متین
براہیم کا نخت دل نور عین	و فور محاسن سے ماہ مبین
اسیر اجل ہو گیا یک بیک	کیا دوستوں نے سپر وزین
جو کی فکر تاریخ سال وفات	تو لاهوت سے بولے رُوح الامین

سر مصرع لے کر ہے سرخوش شعیب
”بنائے عرویس بہشت بریں“
۱۳۶۳ھ

فلسفہ شربانی

”ذبیح اللہ“ کی جب یاد آجاتی ہے قسربانی
 رضاے حق کی خاطر سر کو زیر تیغ کر دینا
 بقائے دائمی کا لطف ہوتا ہے اُسے حاصل
 براہمی عمل نے زندگی کو زندگی بخشی
 پسر کو دیکھتی آنکھوں لٹا نا ذبح کرنے کو
 خدا دے کر مصائب بس انہیں کو آزماتا ہے

میرے دل میں چمک جاتا ہے نور مہر ایمانی
 یہ جذبہ فی الحقیقت ہے بعید از حد امکانی
 ضروری جس نے سمجھا، اتساع حکم ربانی
 ہوئے جس سے ہو پیدازیت کے اسرار پنہانی
 یہ ایثار پدر ہے برتر از احساس انسانی
 کراتا ہے وہ جن سے دینِ قیم کی نگہبانی

کلام اللہ کا ہر حرف انور و درس عبرت ہے
 سبق آموز ہیں تیرے لئے آیات و قرآنی
 (انور صابری دیوبند)

تاریخ وصال حضرت مولانا محمد ذاکر صاحب بگوتی رحمۃ اللہ علیہ (ماخوذ از بیاض ناٹھی)

رسول اللہ کا عاشق وہ مرو با خدا ذاکر
 وہ عالم تھا وہ فاضل تھا وہ عابد تھا وہ زاہد تھا
 ہوا عہد شباب اس کا بسریا و آہی میں
 یقیناً ہر نفس اس کا ترانہ سنج ہو حق تھا
 نہ اپنے بلکہ بیگانے بھی اس ذاکر پہ عاشق تھے
 چڑا جس دم نہاں وہ چشم ظاہر بین مردم سے
 اٹھا جبکہ وہ، یزیم اصفیا سے اٹھ گئی رونق
 ہمارے درمیان تھارشتہ خالص حب اللہ کا

بوقت عسرت تک صابر بوقت عسرت تھا شاکر
 زمانہ اس پہ شاہد ہے کہ وہ نیکوں کا شاہد تھا
 کبھی پڑنے دیا اس نے نہ نفس اپنا تباہی میں
 رجا سے رنگ ادا تھا سرخ گاہے خوف سے فقی تھا
 عناد کی طرح اس گل پر پروانے بھی عاشق تھے
 ہوئے اس صدمہ جانکاہ سے سب بگم اور غم سے
 اور اپنوں کی جہان پر فضا سے اٹھ گئی رونق
 اجل کے ہاتھ سے بھی جو شکستہ ہو نہیں سکتا

سوال سال رحلت پر بتایا دل نے ناٹھی کہ
 پسند اولیا ذاکر ہوا و اصل بحق کہ دو

اطلاعات

مجلس مرکز حزب الانصار بھیرہ کی کارگزاری

شرکت اختیار کی۔ مولوی محمد حنیف صاحب لائل پوری ابھی تک اپنے وطن میں بیمار ہیں۔ مولوی احمد یار صاحب کی بھی مزید ایک ماہ کی رخصت منظور کی گئی۔

حملہ معاونین حزب الانصار

صاحب ثروت اشخاص چرمہائے قربانی کا زور و دارالعلوم عزیزہ کے مصارف کے لئے بنام مہتمم دارالعلوم عزیزہ بھیرہ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

کلکتہ میں قادیانیوں کو شکست

قادیانی جماعت کے مولوی سلیم کلکتہ میں مرزائیت کا پرچار کرنے کے لئے مقرر ہیں۔ مرزائی جماعت کی طرف سے انہوں نے امتحان مسلمانوں کو ایک دو ماہ سے تنگ کرنا شروع کر رکھا تھا اس پر مسلمانوں کی ایک جماعت نے آگرہ سے مولوی لال حسین اختر کو آگرہ سے منگوایا تو فرزانوں سے مناظرہ طے پایا۔ ختم نبوت پر بحث کرنی طے پائی، بروز اتوار مورخہ ۲۷ دسمبر دن سے سوا چھ بجے شام تک مناظرہ رہا۔ مولوی لال حسین اختر نے مرزائیوں کے جھوٹ و فریب کھول کر رکھ دیئے۔ جس سے پبلک حیران رہ گئی۔

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ عدم تعمیل معاف۔ (میجر شمس الاسلام)

دارالعلوم عزیزہ کے نئے سال کے شعبہ تعلیم۔ افتتاح ۱۱ شوال سے شروع ہوا طلبہ کی کافی تعداد تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

مدرسہ عربیہ داربرٹن کا داخلہ ۲۰ شوال سے شروع ہے۔ خواہش مند طلبہ وائے جا کر مستفیض ہوں۔

حب ذیل تبدیلیاں عمل میں لائی گئی ہیں:-

۱۔ مولوی محمد غیل صاحب اولوی کو ۱۵ اکتوبر سے دارالعلوم عزیزہ کی تدریس سے فارغ کر دیا گیا۔

۲۔ مولوی غلام یسین صاحب فاضل امینیہ کو عارضی طور پر ۱۶ اکتوبر سے دارالعلوم عزیزہ کے مدرس سوم کے عہدہ پر مقرر کیا گیا۔

۳۔ حاجی افتخار احمد بگوی ۱۱ شوال سے دارالعلوم عزیزہ کی نظارت سے عارضی طور پر علیحدہ ہو چکے ہیں۔

۴۔ مولانا سید سیاح الدین صاحب کو دارالعلوم عزیزہ کا ناظم تعلیم مقرر کیا گیا۔

۵۔ مولانا خان محمد صاحب سابق مدرس مدرسہ داربرٹن کی ایک سال کی رخصت منظور کی گئی۔

۶۔ ۱۸ اکتوبر سے مدرسہ عربیہ داربرٹن کا ناظم تعلیم مولوی حاجی افتخار احمد صاحب بگوی کو عارضی طور پر مقرر کیا گیا۔

شعبہ تبلیغ۔ امیر حزب الانصار نے علالت کے باوجود ماہ اکتوبر میں جھنگ شہر بخشی ضلع جھنگ۔ کوٹل دیو ضلع جھنگ۔ سکھیکلی ضلع گوجرانوالہ بہاول پور وغیرہ کے تبلیغی اجتماعات میں